ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ / جنوری ۲۰۱۸ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

ذکر و فکر

آسان ترجمۂ قرآن

مقالات و مضامین

آپ کا سوال

جامعہ دارالعلوم کراچی کے شب و روز

نقد و تبصرہ

فی شمارہ .... ۳۵/- روپے

سالانہ زرِ تعاون .... ۴۰۰/- روپے

بذریعہ رجسٹری .... ۵۵۰/- روپے

سالانہ زر تعاون

بیرون ممالک

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور

یورپی ممالک................ ۳۵ ڈالر

سعودی عرب، انڈیا اور متحدہ عرب

امارات................ ۲۷ ڈالر

ایران، بنگلہ دیش................ ۲۵ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ ''البلاغ'' جامعہ دارالعلوم کراچی

کورنگی انڈسٹریل ایریا کراچی ۷۵۱۸۰

فون نمبر:- 021-35123222
021-35123434

بینک اکاؤنٹ نمبر

9928-0100569829

میزان بینک لمیٹڈ

کورنگی دارالعلوم برانچ کراچی
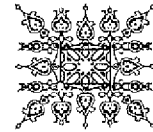
Email Address:

monthlyalbalagh@gmail.com

www.darululoomkarachi.edu.pk

پبلشر:- محمد تقی عثمانی

پرنٹر:- القادر پرنٹنگ پریس کراچی

خطابات

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، دامت برکاتہم
حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ـــــ زید مجدہم
مولانا نعیم اشرف صاحب ـــــــــ حفظہ اللہ تعالیٰ
نقل وترتیب: شفیق الرحمٰن کراچوی، تخصص فی الافتاء سال اول
تہذیب وترقیم ـــــــــــــ ادارہ

تقریبِ تشکّر سے خطاب

حمد وستائش اس ذات کے لئے ہے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا
اور
درود وسلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

"المدونة الجامعة للأحاديث المروية عن النبی الكريم صلی الله عليه وسلم" کی پہلی جلد الحمد للہ شائع ہوگئی ہے جس کا ذکر البلاغ کے صفر اور ربیع الاول کے شماروں میں آچکا ہے، رئیس الجامعہ دارا لعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم کی ہدایت پر خوشی کے اس موقع پر اس کام کے تعارف اور اس میں شریک رفقاء کی ہمت افزائی کے لئے ۱۶؍ربیع الاول ۱۴۳۹ھ (۵؍دسمبر ۲۰۱۷ء) منگل کے روز جامع مسجد دارالعلوم کراچی میں ایک باوقار تقریب منعقد کی گئی جس میں اساتذہ وطلبۂ دارالعلوم کے علاوہ دیگر احباب نے بھی شرکت فرمائی۔

تقریب میں نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کا

بصیرت افروز خطاب ہوا، جس میں آپ نے اس کتاب سے متعلق مفصل معلومات سے حاضرین کو آگاہ کیا۔ حضرت کے خطاب کے بعد ناظم شعبۂ موسوعۃ الحدیث، استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی جناب مولانا نعیم اشرف صاحب، حفظہ اللہ، نے کام کے نہج اور طریقۂ کار پر روشنی ڈالی، اس سے سامعین کو اس منفرد کام کے عملی نشیب وفراز کے بارے میں بہت مفید اور اہم باتوں کا پتہ چلا، آخر میں رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے مختصر خطاب میں اِس عظیم خدمت پر اپنی خوشی کا اظہار فرمایا اور جن حضرات نے اس کام میں محنت فرمائی، آپ نے ان کو مبارکباد بھی دی اور ان کی حوصلہ افزائی کے لئے ان میں انعامات بھی تقسیم فرمائے۔ حضرت والا زید مجدہم ہی کی دعاء پر جلسہ اختتام کو پہنچا۔

تقریبِ تشکّر سے متعلق یہ بیانات افادۂ عام کے لئے ہدیۂ قارئین کئے جارہے ہیں۔۔۔(ادارہ)

خطاب حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، دامت برکاتہم

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام علی سيدنا و مولانا محمد خاتم النبيين وامام المرسلين وقائد الغر المحجلين وعلی اله واصحابه اجمعين وعلی كل من تبعهم باحسان الی يو م الدين اما بعد :

حضرات علماء کرام! عزیز طالب علم ساتھیو اور معزز حاضرین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا کس زبان سے کس طرح شکر ادا کیا جائے کہ اس نے آج ہمیں دارالعلوم کراچی میں اپنے ایک احسان عظیم کا شکر ادا کرنے کے لئے جمع کیا ہے۔

یہ دارالعلوم جس میں آج ہم اور آپ بیٹھے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ستر ایکڑ پر مشتمل ایک وقیع ادارہ بن چکا ہے جس کا آغاز ۱۳۷۰ھ (۱۹۵۱ء) میں آج سے اَنہتر سال پہلے ہمارے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، قدس اللہ سرہ، نے نانک واڑہ کراچی کی ایک بوسیدہ، خستہ، میلی کچیلی عمارت میں فرمایا تھا اور اس میلی کچیلی عمارت میں خود اور اس وقت کے ناظم اعلیٰ ـــــ حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ـــــ نے اپنے ہاتھوں سے

اس میلی کچیلی عمارت کی صفائی کر کے اس میں مدرسہ کا آغاز کیا تھا جبکہ اس وقت پورے شہر کراچی میں سوا ئے ایک مظہر العلوم واقع کھڈہ مارکیٹ کے، جو شہر سے دور تھا کوئی اور دینی تعلیمی ادارہ موجود نہیں تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے والد ماجد کو اخلاص اور فنائیت کے جس مقام سے نوازا تھا، انہوں نے جس اخلاص، للہیت اور فنائیت کے ساتھ اس ادارے کی بنیاد رکھی۔ اور جس طرح اس کے لئے نا مساعد اور انتہائی مشکل حالات میں اپنی بیماریوں، علالتوں اور ضعف کے باوجود جس طرح اپنا تن من دھن اس پر لگایا اور اس کے لئے جدو جہد کی، سب سے بڑھ کر یہ کہ دار العلوم کو اپنی دعاؤں سے اور اپنے ذکر و فکر سے آباد فرمایا، انہی کے اس اخلاص وللہیت اور ان کی دعاؤں کا ثمرہ ہے کہ ہم آج اللہ کے فضل وکرم سے انہی میلی کچیلی عمارتوں میں قائم ہونے والے ادارہ کی آرام دہ اور وسیع وکشادہ عمارتوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہاں اسلامی علوم وفنون کی خدمت انجام دی جارہی ہے، نیز انہی کے اخلاص اور انہی کی جدو جہد و دعاؤں کی برکت سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دار العلوم سے عظیم خدمات لی ہیں، تعلیم کے ہر شعبے میں اس کا جو کردار ہے وہ آج الحمدللہ ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور دنیا کے جس خطے میں بھی جانا ہوتا ہے تو وہاں الحمدللہ دار العلوم کے فارغ التحصیل علماء، دین کی عظیم خدمات انجام دیتے ہوئے نظر آتے ہیں، ان سے ملاقات کر کے، انکو دیکھ کر الحمدللہ مسرت ہوتی ہے، تعلیمی میدان میں جو کچھ خدما ت ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے انہیں قبول فرمائے۔

تعلیمی میدان کے علاوہ الحمدللہ تحقیق وتصنیف کے میدان میں بھی دار العلوم نے جو خدمات انجام دی ہیں الحمدللہ آج انہیں قبولیت کی نظر سے دیکھا جارہا ہے، تفسیر ہو، حدیث ہو، فقہ ہو، دیگر اسلامی علوم ہوں، باطل نظریات کی تردید ہو، حق کا احقاق ہو، باطل کا ابطال ہو، ہر میدان میں الحمدللہ دار العلوم کے اساتذہ، دار العلوم کے بانی اور اس کے صدر محترم کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایسی تالیفات تیار ہوئی ہیں اور موجود ہیں جن کا فیض الحمدللہ دنیا میں پھیل رہا ہے۔

"المدونۃ الجامعۃ" کا پس منظر

اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلے کی ایک اور خدمت دار العلوم سے لی ہے جس کی خوشی کے تشکر کے لئے ہم آج یہاں جمع ہیں، یہ ایک منفرد خدمت ہے جو سولہ سال سے خاموشی کے ساتھ، کسی تشہیر کے بغیر، کسی

پروپیگنڈہ کے بغیر انتہائی سادگی کے ساتھ الحمد للہ دارالعلوم میں انجام دی جارہی ہے، بہت سے لوگوں کو اس کا پتہ بھی نہیں ہے کہ کیا خدمت انجام دی جارہی ہے۔

اس کا پس منظر یہ ہے کہ آج سے سترہ سال پہلے میرے ایک دوست جو دبئی میں مقیم ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو دین اور علم دین دونوں سے شغف عطا فرمایا ہے اور ان کی یہ خواہش رہتی ہے کہ وہ دینی خدمات میں حصہ لے سکیں، انہوں نے ایک مرتبہ میرے سامنے ایک خواہش کا اظہار کیا، حالانکہ وہ عالم نہیں ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو دینی ذوق اور دینی مزاج عطا فرمایا ہے، تو انہوں نے کہا کہ قرآنِ کریم کی آیات تو اس طرح مرتب ہوئی ہیں کہ سورت نمبر اور آیۃ نمبر کا حوالہ دیا جائے تو آدمی فوراً اس آیۃ کریمہ تک پہنچ جاتا ہے، اس کے لیے جلد اور صفحے کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں ہوتی، لیکن حدیث کی جو کتابیں ہیں ان کا جب بھی حوالہ دیا جاتا ہے تو عام طور سے جلد نمبر اور صفحہ نمبر کا حوالہ دیا جاتا ہے، چونکہ نسخے بدلتے رہتے ہیں مثلاً دس سال پہلے ایک مصنف نے کسی جلد نمبر اور صفحہ نمبر کا حوالہ دیا تھا پھر دس سال بعد وہ نسخہ بدل گیا، اب اس جلد اور اس صفحہ پر وہ حدیث نہیں ملتی اور اگر باب کا حوالہ دیا جائے تو اس باب کو تلاش کرنے میں دشواری ہوتی ہے، تو میرا جی یہ چاہتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں بھی ہر حدیث کا کوئی ایسا نمبر ہوجائے کہ جب بھی حوالہ دینا ہو تو بس اتنا کہدیا جائے کہ حدیث نمبر فلاں، اور اس کے نتیجہ میں اس حدیث تک اگر آدمی پہنچنا چاہے تو نمبر کے ذریعے پہنچ جائے۔

انہوں نے مجھ سے کہا کہ نہ میں خود جانتا ہوں، نہ مجھے اس کا تجربہ ہے کہ واقعۃً یہ کام قابلِ عمل ہے یا نہیں ہے، لیکن میرے دل میں یہ خواہش ہے کہ ایسا ہو، میں نے کہا کہ اسکے لیے ضروری ہے کہ جتنی بھی احادیث جتنی کتابوں کے اندر موجود ہیں وہ ساری کی ساری پہلے اکٹھی کی جائیں اور پھر ان پر نمبر لگائے جائیں ورنہ اگر کچھ کتابوں پر نمبر لگائیں گے تو جن پر نمبر نہیں لگایا گیا ان کے حوالے دینے میں پھر وہی دشواری پیش آئے گی، لہٰذا بہت بڑا کام ہے، آسانی کے ساتھ اس تجویز پر عمل کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے، لیکن ساتھ ہی مجھے ان کی خواہش کی اہمیت کا احساس ہوا کہ یہ کام اگر ہوجائے تو اس میں دہرا فائدہ ہوگا۔

ایک فائدہ یہ ہوگا کہ حدیث کا ایک منفرد مجموعہ تیار ہوگا کہ اب تک حدیث کی جتنی کتابیں ہیں ان سب کی احادیث اس میں جمع ہوجائیں گی، اگر آپ دیکھیں تو جب سے علمِ حدیث کی خدمت کی جارہی

ہے تو احادیث کے بہت سے مجموعے تیار ہوئے ہیں، صحاح ستہ کو جمع کیا علامہ ابنِ اثیر جزریؒ نے جامع الاصول کے نام سے، لیکن ابنِ ماجہ اس میں نہیں ہے، اس کی جگہ موطأ امام مالک ہے، اس کے بعد علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد لکھی، مجمع الزوائد میں صحاح ستہ کی احادیث کے علاوہ جو احادیث دوسری کتابوں میں ہیں مثلاً مسند احمد، معجم طبرانی، مسندِ ابی یعلیٰ ان کتابوں کے زوائد کو جمع کیا، پھر جمع الفوائد آئی اس نے جامع الاصول اور مجمع الزوائد کو جمع کر کے اس میں ابنِ ماجہ اور سنن دارمی کے زوائد کا اضافہ کیا۔ جمع الفوائد ہر وقت حضرت تھانویؒ کے سرہانے رکھی رہتی تھی کیونکہ اس میں صحاح ستہ کی بھی ساری احادیث تھیں اور دیگر کتابوں کی احادیث بھی تھیں، لیکن بعد میں پتہ نہیں کتنے مجموعے تیار ہوئے، جمع الجوامع علامہ سیوطی کی، اور کنز العمال وغیرہ، لیکن اگر کسی بھی مجموعے کو دیکھیں تو ایک طرف تو اس میں احادیث سند کے ساتھ نہیں ہیں، بس احادیث کا متن ذکر کر دیا گیا ہے اور یہ بتلا دیا گیا ہے کہ یہ حدیث فلاں کتاب کے اندر موجود ہے اور اس کتاب کا بھی ایک رمز دیدیا گیا ہے، اس رمز سے آپ اس کتاب میں تلاش کر لیں جبکہ بہت سے مجموعے ایسے بھی ہیں کہ جن میں بہت سی کتابوں کا احاطہ کیا گیا ہے، لیکن آج تک کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا اور نہ ایسی کوئی کتاب آج تک وجود میں آئی جس میں کہنے والے نے یہ کہا ہو کہ حدیث کی جتنی کتابیں جہاں کہیں موجود ہیں ان سب کی احادیث یہاں موجود ہیں، آج تک ایسی کوئی کتاب منظر عام پر نہیں آئی اور نہ لکھی گئی، تو جب یہ تجویز میرے سامنے پیش کی گئی تو ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر یہ کام کیا جائے تو اس سے ایک طرف تو یہ ہوگا کہ ایک ایسا مجموعۂ حدیث تیار ہوگا جس میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہماری اپنی کوشش وجدو جہد کی حد تک جتنی احادیث کی کتابیں دنیا بھر میں موجود ہیں ان سب کی احادیث کسی نہ کسی شکل میں یہاں جمع ہو گئی ہیں۔

ساتھ ساتھ ہم سند ذکر کرنے کا بھی اہتمام کرینگے، احادیث کے جو اور مجموعے ہیں، کنز العمال ہے، جمع الجوامع ہے، ان میں ہر ہر حدیث کے بارے میں یہ نہیں لکھا جاتا کہ یہ کس درجہ کی حدیث ہے، صحیح ہے یا حسن ہے وغیرہ۔ کنز العمال میں اگر آپ تلاش کریں گے تو آپ کو یہ کہیں نظر نہیں آیگا، جامع صغیر کے اندر علامتیں لگی ہوئی ہیں لیکن کہنے والے کہتے ہیں کی وہ علامتیں بھی علامہ سیوطی کی نہیں ہیں، بعد کے لوگوں نے لگادی ہیں غرض حکم علی الحدیث ان مجموعوں میں نہیں ہے، تو میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ اگر

ہم کوئی ایسا کام کریں جس میں حدیث کی تمام کتابیں بھی جمع ہوں اور اس کے ساتھ اس کی سند بھی موجود ہو، اس کے طرق بھی موجود ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اس پر اگر محدثین کا کوئی کلام ملتا ہے تو اسکو بھی ذکر کردیا جائے تو یہ ایک بڑا عظیم کام ہوگا لیکن جب میں نے اس کام کا تصور کیا تو جسم پر جھرجھری آگئی، اس لئے کہ یہ کام اتنا بڑا تھا کہ اس کو تنہا انجام دینا یا دو چار افراد کے ساتھ انجام دینا بڑا مشکل نظر آتا تھا اور ساتھ اس کی بھی ضرورت تھی کہ اس کو قبولِ عام حاصل ہو ۔

چنانچہ اس کے لیے ہم نے ۱۴۲۲ھ میں ۵/اور ۷ رمضان کو مکہ مکرمہ میں ایسے علماء حدیث کا ایک اجتماع بلایا جو حدیث کے علم میں اختصاص رکھتے تھے، خاص طور پر جنہوں نے احادیث کی تدوین یا احادیث کی ترتیب اور اس کو جمع کرنے کے سلسلے میں کوئی خدمت انجام دی تھی، ان میں بہت ہی نمایاں نام ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی صاحب کا تھا جنھوں نے سب سے پہلے احادیث کو کمپیوٹرائزڈ کرنیکی کوشش کی، جن کی احادیث کے بارے میں بھی بڑی خدمات ہیں، قرآن کے نسخوں کے بارے میں بھی بڑی خدمات ہیں اور ان کو احادیث کی کمپیوٹرائیزیشن یعنی احادیث کو کمپیوٹر میں داخل کرنے کے کام کی بنا پر شاہ فیصل ایوارڈ بھی ملا ہوا تھا، تو ان کو بھی ہم نے دعوت دی اور اسی طرح ریاض کے ایک اور عالم تھے شیخ عبدالملک بن بکر القاضی، انہوں نے ۱۴۲۲ھ کے رمضان سے کچھ پہلے یہ کام شروع کیا تھا کہ جتنی حدیثیں ہیں وہ ان سب کو سند اور متن کے ساتھ جمع کریں، انہوں نے اس کا ایک نمونہ کتاب الزکاۃ کی صورت میں میرے پاس بھی بھیجا تھا کہ آپ اس کا جائزہ لیں اور اس میں مزید کچھ تجاویز اور مشورے ہوں تو وہ بھی ہمیں دیں، میں نے دیکھا کہ اس میں بہت سی کتابیں خاص طور پر حنفیہ کی کتابوں کا ذکر ہی نہیں ہے، طحاوی اس میں نہیں تھی، موطأ امام محمد اس میں نہیں تھی، کتاب الآثار امام ابو یوسف کی، امام محمد کی اس میں نہیں تھی، تو میں نے ان کو لکھا کہ جب تک آپ ان کتابوں کو شامل نہیں کریں گے اس وقت تک یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ جامع ہے، پھر ان کا جواب آیا کہ میں شامل کروں گا، اس وقت تک ہمارے ذہن میں اس کام کا تصور نہیں تھا اور اب چونکہ وہ کام کر رہے تھے تو ان کو بھی ہم نے مکہ مکرمہ میں دعوت دی تا کہ ان کے تجربات سے فائدہ اٹھایا جائے، وہ بھی آئے، اس کے علاوہ شیخ یوسف قرضاوی جو اس وقت قطر میں ہیں، ان کو بھی چونکہ علمی طور پہ ایک مقبولیت ہے اس لئے ان کو بھی دعوت دی اور مفتی اعظم پاکستان

حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف فرما تھے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء کرام تشریف فرما تھے اور میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اس تجویز کو ان علماء کے سامنے جو اس کام کا تجربہ رکھتے ہیں، پیش کیا جائے اور اس کے بارے میں ان کی تجاویز اور ان کے مشوروں کو شامل کیا جائے، ۵ر اور ۷ر رمضان المبارک کو مکہ مکرمہ میں ہی اجتماع ہوا اور یہ رمضان کی برکات بھی تھیں، حرمین شریفین کی برکات بھی تھیں، اس تجویز کو مجلس میں موجود تمام علماء کرام نے بہت ہی پسند کیا اور سراہا، اور کہا کہ اگر ایسا ہو جائے تو یقیناً یہ ایک بہت بڑا کام ہوگا۔

لیکن کام بہت بڑا تھا اس لئے اس کی مختلف جہات پر غور کرنے کے لیے انہوں نے چار افراد کی ایک کمیٹی بنادی جس میں ایک میں تھا، دوسرے عبدالملک بن بکر القاضی تھے، جن کا میں نے ابھی ذکر کیا، تیسرے شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ کے بھتیجے ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ تھے، چوتھے ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی شامل تھے کہ اس کام کے لئے کیا طریقہ اور منہج اختیار کیا جائے۔

اس کمیٹی کا ۲۵ر اور ۲۶ر شوال ۱۴۲۲ھ کو اجتماع ہوا، ہم پھر دوبارہ مکہ مکرمہ میں ملے، وہاں جب اس کے طریقۂ کار پر بحث کی گئی تو عبدالملک بن بکر القاضی چونکہ اس کام کو پہلے ہی سے شروع کر چکے تھے، اگرچہ بعض کتابوں میں کی تھی تو انہوں نے اپنا طریقہ کار بتایا کہ میں پہلے ہر حدیث کا ایک کارڈ بناتا ہوں اس کے بعد وہ کام شروع کرتا ہوں، لہٰذا اس کام کے لئے جب اندازہ لگایا گیا تو یہ بات سامنے آئی کہ اس کام کے لئے تقریباً چالیس افراد کی ضرورت ہوگی اور اس کام کو دو جگہ تقسیم کیا جائے، ایک جامعہ دارالعلوم کراچی میں اور دوسرا قاہرہ میں جہاں عبدالملک بن بکر القاضی اس کی نگرانی کریں اور بیس بیس باحثین دونوں جگہ کارڈ بنا کر کام کریں۔

ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی کی تجویز

جب اس کے اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا تو اتنا بڑا تخمینہ تھا کہ ہم پریشان ہو گئے اور پھر یہ کہ دو جگہ کام بٹے، ایک کراچی میں اور ایک قاہرہ میں، تو ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی جو بنیادی طور پر ہمارے مدرسوں کے آدمی ہیں اور مدرسوں کے ہی فارغ التحصیل ہیں، میں نے ان سے کہا کہ اگر اس طرح کام شروع کیا جائے جو دو جگہوں پر منقسم ہو اور چالیس آدمی اس کے لئے چاہییں اور اس کے اتنے بڑے اخراجات جس

کا بجٹ عبدالملک بن بکر القاضی نے پیش کیا ہے، اس بجٹ کا مہیا کرنا پھر دو جگہ اس کا تقسیم ہونا یہ مجھے قابلِ عمل نظر نہیں آتا تو ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے مجھ سے کہا کہ بالکل آپ کی بات صحیح ہے، میں نے کہا کہ اگر ہم اس کام کو شروع کریں گے تو اس کو اپنے بڑوں کے طریقہ پر کریں گے اور وہ یہ کہ سادگی کے ساتھ جتنا ہم سے ہوسکتا ہے وہ ہم شروع کردیں گے تکمیل کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے، تو ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی نے بھی مجھ سے اتفاق کیا کہ آپ ایسا کریں کہ آپ اپنے دارالعلوم میں اس کام کو شروع کردیں اور یہ کہ اس کو پھیلانے کی ضرورت نہیں ہے، اس کام کو جتنا پھیلائیں گے اتنا ہی پھیلے گا اس سے اور مسائل پیدا ہوں گے، اس وقت ہم نے پھر یہ طے کیا کہ اللہ کے نام اور اللہ کے بھروسہ پر ہم اپنے دارالعلوم میں اس کام کو شروع کریں، میں نے اپنے ساتھیوں کو بھی اس کی اطلاع کردی کہ منقسم ہوکر دو جگہ پر کام کرنا بہت دشوار ہے، ہم تو سادگی کے ساتھ کام کرنے کے عادی ہیں اس واسطے ہم اللہ کے نام پر سادگی سے شروع کریں گے، اللہ تعالیٰ نے اگر قبول فرمایا تو ان شاء اللہ کسی نہ کسی نتیجہ تک پہنچ جائے گا۔

اب اس کا کچھ کام شروع کرنے کے لئے کچھ سرمائے کی بہرحال ضرورت تھی تو دبئی کے ایک تاجر نے یہ پیشکش کی کہ اس کا جتنا خرچہ ہوگا تنہا میں برداشت کروں گا، سارا خرچہ خود ہی برداشت کرنے کے لئے انہوں نے آمادگی کا اظہار کیا لیکن میں نے اس وقت یہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کئے بغیر کسی ایک آدمی کے بھروسہ پر اتنا بڑا کام شروع کرنا درست نہیں، لہٰذا میں نے ان سے کہا کہ ٹھیک ہے آپ جب تک اس کے اخراجات برداشت کرنا چاہتے ہیں بے شک کریں، آگے اللہ تعالیٰ کے حوالے، اللہ تعالیٰ نے یہ دکھایا کہ جس مہینہ انہوں نے یہ پیشکش کی تھی اس کے بعد تقریباً تین چار مہینوں کے دوران ہی وہ پیچھے ہٹ گئے، اور انہوں نے دست برداری کا اظہار کردیا، لیکن ہم نے یہ سوچا کہ الحمدللہ ہم نے کسی شخصِ واحد کی بنیاد پر یہ کام شروع نہیں کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ کا کام ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسول کی احادیث کا کام ہے، اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے ان شاء اللہ جاری رہے گا، جتنا کچھ ہمارے پاس ہے اسی کے حساب سے ہم کام کرتے رہیں گے۔ کیونکہ زکاۃ بھی اس میں نہیں لگ سکتی کہ زکاۃ کا مال اس میں خرچ کیا جائے جن صاحب نے تجویز پیش کی تھی انہوں نے بھی تھوڑا بہت حصہ لیا تھا لہٰذا جو کچھ تھا وہ تھوڑا بہت کرکے ہم نے کام شروع کردیا تھا۔

نگرانی کے لئے مولانا نعیم اشرف صاحب کا تقرر

ہم نے اس کام کے لئے دارالعلوم میں ایک شعبہ قائم کیا جس کا نام شعبہ "موسوعة الحدیث" رکھا اور ہم نے یہ سوچا تھا کہ اپنے ہی فارغ التحصیل فضلاء کو اس کام میں لگایا جائے تاکہ ان کی مشق بھی ہو اور تربیت بھی ہو اور وہ اس کام کو انجام دیں لیکن ان کے لئے کسی منتظم کی ضرورت تھی جو تجربہ بھی رکھتا ہو، اس کو حدیث سے بھی مناسبت ہو اور ساتھ ہی تصنیف وتالیف کا بھی تجربہ ہو اور کمپیوٹر کی بھی معلومات اس کے پاس ہوں کیونکہ اس کام میں کمپیوٹر کی بہت زیادہ ضرورت ہے تو الحمدللہ ہمارے مولانا نعیم اشرف صاحب، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں، علم میں اور عمل میں برکت عطا فرمائے، ان کا انتخاب ہوا کہ ان کو یہ کام سونپا جائے کہ وہ اس کام کی نگرانی کریں اور باحثین سے یہ کام لیں، الحمدللہ سولہ سال سے یہ تین گھنٹے یومیہ یہاں اسی کام کے لئے دیتے ہیں، اللہ ان کو بہترین جزا دنیا وآخرت میں عطا فرمائے، ہم نے اپنے باحثین کو جو سب دارالعلوم کے فارغ التحصیل ہیں اس کام میں لگایا اور ان کے لئے ایک منہج متعین کیا اور مولانا نعیم اشرف صاحب نے اس منہج کی نگرانی کی، اپنے تمام ساتھیوں سے کس طرح کام لیا جائے، کس طرح حدیثوں کو جمع کیا جائے، یہ سارے فرائض انہوں نے انجام دیئے اور جو احادیث تیار ہوجاتی ہیں وہ روزانہ ظہر کے بعد میرے پاس لیکر آتے ہیں اور میں اس کام کا یومیہ جائزہ لیتا ہوں، اس کے بارے میں اگر کوئی تبدیلی کرنی ہوتی ہے تو وہ بتلا دیتا ہوں پھر وہ حدیث دوبارہ جاتی ہے پھر تبدیلی ہوکر آتی ہے اس طریقہ سے الحمدللہ یہ کام چل رہا ہے۔

"المدونة الجامعة" کا منہج

اس میں یہ بات بھی عرض کردوں کہ شروع میں ڈاکٹر مصطفیٰ اعظمی صاحب نے یہ کہا کہ آپ خود اپنے دارالعلوم میں یہ کام شروع کریں، میں نے بھی یہ تجویز پسند کی تو اس وقت مصطفیٰ اعظمی نے یہ کہا کہ اگر آپ کام کو بہت زیادہ پھیلائیں گے تو خطرہ ہے کہ کام قابو سے باہر نہ ہوجائے، لہٰذا فی الحال آپ صرف حدیث کے ستر مآخذ سامنے رکھیں اور ان کو جمع کرلیں کیونکہ زیادہ تر احادیث ان ستر مآخذ میں آجائیں گی۔

شروع میں اسّی مآخذ تھے جن سے ہم نے کام شروع کیا تھا لیکن بعد میں مجھے یہ احساس ہوا کہ

جس چیز نے مجھے اس کام کی طرف رغبت دلائی تھی کہ بات صرف ستّر اسّی مآخذ تک نہ رہے بلکہ ان کے علاوہ بھی جتنے مآخذ ہیں کم از کم ان کی صرف وہ احادیث جو صرف ان ہی کتابوں میں آئی ہیں جن کو افراد کہتے ہیں وہ آ جائیں، کام الحمدللہ تھوڑا سا آگے بڑھ چکا تھا لیکن پھر ہم نے از سرِ نو اس کو اس بنیاد پر شروع کیا کہ جتنی کتابیں حدیث کی مطبوع یا مخطوط شکل میں موجود و دستیاب ہیں ان کی کوئی منفرد حدیث نہ رہے بلکہ یہ سب احادیث کسی نہ کسی طریقہ سے آجائیں چنانچہ اب جو صورتِ حال ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے پاس اس وقت جن جن مآخذ سے مدونہ میں احادیث جمع کی گئی ہیں وہ کل نوسو دس ۹۱۰ رمآخذ ہیں یعنی نو سو دس احادیث کی کتابیں ہیں، ان میں اسّی کتابیں تو وہ ہیں کہ جن کے تمام طرق اصل سند و اصل متن کے ساتھ جہاں پر بھی آئے ہیں وہ سارے کے سارے موجود ہیں، اور یہ اسّی کتابیں بیشتر وہ ہیں جن کے عام طور سے حوالہ جات آتے ہیں، پھر ان اسّی کتابوں میں جو حدیث مختار لی گئی ہے وہ حدیث دوسرے صحابہ کرام سے دوسری جگہ جہاں جہاں مروی ہے ان سب کو جمع کیا گیا ہے، اور ان سب احادیث کو جمع کر کے ان کو شواہد کہکر، کہ یہ اس حدیث کے شاہد ہیں، جمع کیا ہے، پھر ان سب شواہد کے طرق بھی جمع کیے ہیں۔

اس طرح اب تک ۱۷۳۴۴، احادیث کے تین لاکھ چالیس ہزار چار سو نتانوے طرق پر کام ہوا ہے، اور بات صرف اتنی نہیں ہے کہ براہ راست حدیث کی جو کتابیں ہیں ان کی تو تمام احادیث کا استقصاء اس معنیٰ میں کیا ہے کہ کوئی حدیث ایسی نہ رہے کہ جو کہیں مروی ہو اور اس مدونہ میں موجود نہ ہو، بلکہ بعض اوقات کسی حدیث کا حوالہ کسی کتاب میں آتا ہے مثلاً تخریج کی کتابوں میں آتا ہے، شروحات میں آتا ہے، جیسے فتح الباری میں آ گیا، عمدۃ القاری میں آ گیا، لیکن اب وہ حدیث موجودہ مطبوعہ کے اندر موجود نہیں ہے تو اس کو بھی حوالے کے ساتھ حتی الامکان جمع کرنے کی کوشش کی ہے اس میں استیعاب کا ہم دعوی نہیں کرتے لیکن حتی الامکان اس کو بھی جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، یہ کام جیسے میں نے عرض کیا، الحمدللہ پندرہ سال سے کسی تشہیر کے بغیر ایک چھوٹے سے کمرے میں چل رہا تھا اور کسی کو معلوم بھی نہیں تھا کہ کیا کام انجام پا رہا ہے، لیکن الحمدللہ روزانہ کی بنیاد پر کام جاری تھا اور اس وقت ہماری خواہش ہوئی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں کم از کم پہلی جلد منظر عام پر لانے کی توفیق عطا فرمائے تا کہ کم از کم طباعت

کا آغاز ہوجائے۔

مدونۃ کی ترتیب

اس مدونہ کو انما الاعمال بالنیات والی حدیث سے شروع کیا گیا ہے جیسے امام بخاریؒ نے شروع کیا ہے، لیکن اس حدیث کے بارے میں عام طور سے تصور یہ ہے کہ وہ صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، دیگر صحابہ کرام سے مروی نہیں ہے لیکن اس کے مزید شواہد جہاں جہاں آئے ہیں سب جمع کر کے آخر میں الحمد للہ کتاب الایمان پوری مرتب کی گئی ہے، پہلے تو صرف احادیث جمع کی گئی تھیں پھر کس ترتیب سے اس کو لایا جائے، اس ترتیب پر از سرِ نو کام ہوا، پھر کس طرح اس کو اس قابل بنایا جائے کہ اعلیٰ درجہ پر اس کو شائع کیا جاسکے۔ دل چاہتا تھا کہ جب وہ شائع ہو تو عالمی معیار پر شائع ہو، لہٰذا بیروت میں جو ادارہ دارالقلم ہے، جس نے میری کتاب تکملہ فتح الملھم اور بحوث وغیرہ بھی شائع کی ہیں، ان سے بات چیت چل رہی تھی لیکن ہمارا شروع میں خیال یہ تھا کہ ہم اپنے خرچ پر شائع کروائیں، الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے کچھ انتظام کر دیا تھا، وہ صاحب تو پیچھے ہٹ گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ایک اور صاحب کو بھیج دیا تھا، انہوں نے ایک حد تک اخراجات کا ذمہ لیا، پھر اللہ تعالیٰ غیب سے اسباب پیدا فرماتے رہے، تو خیال یہ تھا کہ اپنے خرچ پر شائع کریں تاکہ دارالعلوم کی طرف سے اشاعت ہو، لیکن جب ہم اس کام کے لیے بیروت گئے جہاں حضرت صدر جامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم بھی تشریف لے گئے تھے، میں بھی گیا تھا اور مولانا نعیم اشرف صاحب اور مولانا عمران اشرف صاحب بھی ساتھ تھے تو وہاں مشکلات کا اندازہ ہوا، میرے بیٹے ڈاکٹر عمران صاحب نے یہ تجویز پیش کی کہ ایسا کیوں نہ ہو کہ وہ لوگ اپنے خرچ پر شائع کریں اور پھر انہیں کو پھیلانے کا بھی ذمہ دیا جائے اور دارالعلوم کا بھی نام اس کے اوپر ہو اور دارالقلم کا بھی ہو اور حقوق سارے دارالعلوم کے ہوں، چنانچہ ہم نے ان سے پھر یہ معاہدہ کیا اور ان سے یہ طے ہوگیا کہ وہ اپنے خرچ پر اس کو شائع کریں گے کیونکہ ہمارے پاس کام کی ایک بہت بڑی مقدار آگے باقی ہے، اگر پیسے سارے اس میں خرچ کر دیئے تو آگے کسی کام میں دشواری کا اندیشہ تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا کہ انہوں نے نہایت خوش دلی سے یہ کہا کہ ہم نہ صرف یہ کہ خود اپنے خرچ پر شائع کریں گے بلکہ اس کی آمدنی کا دس فیصد حصہ بھی اس مد میں دیں گے۔

کتاب کا نام رکھنے کا مرحلہ

جب نام رکھنے کا وقت آرہا تھا تو ہمارے ہاں اس شعبہ کا نام شعبہ "موسوعۃ الحدیث" ہے، لیکن نام رکھتے وقت میں نے یہ سوچا کہ آج کل "موسوعۃ" کا لفظ بہت ہی مبتذل (عام) ہوگیا ہے، موسوعۃ کے معنیٰ ہیں انسائیکلوپیڈیا، لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے کاموں کے نام آج" موسوعۃ "رکھ دیئے گئے ہیں تو میں نے یہ سوچا کہ اس کا نام "المدونہ" رکھنا چاہئے کیونکہ حقیقت میں کام تدوین کا ہے اور المدونۃ الکبریٰ تو امام مالکؒ کی تصنیف ہے لہٰذا المدونۃ الجامعۃ اس کا نام رکھا گیا اور اس طرح الحمدللہ یہ کتاب شائع ہوکر آئی ہے۔

اہلِ علم کی جانب سے پزیرائی

اجمالی طور پر تو لوگ سمجھتے ہیں کہ جس طرح اور کتابیں جمع کی جاتی ہیں اسی طرح یہ کتاب بھی جمع ہورہی ہے لیکن جب کبھی اہلِ علم کی محفل میں اس کام کا تذکرہ آیا اور ان کو تفصیلات معلوم ہوئیں تو وہ اتنے متحیر ہوئے اور اتنے خوش بھی ہوئے کہ یہ اتنا عظیم کام اس سے پہلے دنیا میں نہیں ہوا، اور ابھی میں جب اردن میں تھا تو اردن کے علماء کا ایک اجتماع تھا، اس میں یہ بات بیان کی گئی تو انہوں نے اس کام کی بہت زیادہ آفرین و تحسین کی، ابھی جب ہم لبنان گئے تھے تو وہاں ہمارے ایک دوست ہیں ڈاکٹر حمور صاحب، انہوں نے علماء کا ایک اجتماع منعقد کیا تھا جس میں حضرت صدر جامعہ مدظلہم اور ہم سب شریک تھے اور لبنان کے بڑے بڑے علماء موجود تھے، اس اجتماع میں بھی اس کا تعارف کروایا گیا تو انہوں نے بھی اس کو سراہا اور کہا کہ یہ بہت بڑا عظیم کام ہوگا، اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ کتاب منظر عام پر آئی، لیکن بیروت میں چھپی ہے اور الحمدللہ بہت اعلیٰ معیار پر چھپی ہے، اس کے لئے ہم نے ابھی محدود تعداد میں ہوائی جہاز کے ذریعہ نسخے منگوائے ہیں اور مزید پانچ سو نسخے بحری جہاز کے ذریعہ روانہ ہوچکے ہیں۔

جب یہ کتاب چھپ کر آئی تھی تو میرا یہ خیال ہوا تھا کہ ماشاء اللہ ہمارے جن نوجوان فضلاء نے اس کام میں حصہ لیا ہے اور بڑھ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے، محنت سے کام کیا ہے اور قابلِ تعریف کام کیا ہے، جب کام میرے سامنے آتا ہے اور میں روزانہ کی بنیاد پر کام دیکھتا ہوں تو الحمدللہ مجھے اطمینان ہوتا ہے اور

خوشی ومسرت ہوتی ہے، تو دل یہ چاہتا تھا کہ ان کی کچھ ہمت افزائی کی جائے اور اس بات کا بھی دل چاہتا تھا کہ چونکہ ابھی تک یہ کام متعارف نہیں ہوا، لوگوں کو پتہ نہیں ہے کہ کیا کام ہورہا ہے لہٰذا اصل ضرورت تو اس بات کی تھی کہ اس کا تعارف عالمی بنیاد پر کیا جائے اور ملکی بنیاد پر بھی کیا جائے، لیکن آج کل جیسا کہ آپ جانتے ہیں، طبیعت ناساز ہے اور کسی بڑے کام کی طرف طبیعت اٹھتی نہیں ہے، ورنہ خواہش یہ ہے کہ ایک عالمی اجتماع بلایا جائے تاکہ علماء کو پتہ چلے اور پھر اس کام کو قبولِ عام حاصل ہو، اور ایک پاکستان کی سطح پر بلایا جائے جس میں سارے ہمارے دینی مدارس کے اعیان کو دعوت دی جائے ان کے سامنے یہ بات رکھی جائے، لیکن اس میں ذرا دیر ہے اس کے لئے کچھ وسائل بھی چاہئیں، لیکن یہ سوچا کہ کم از کم دارالعلوم کراچی کی حد تک ہم ایک چھوٹا سا اجتماع بلالیں اس میں اس کا تعارف بھی ہوجائے اور لوگوں کو پتہ بھی چل جائے کہ کیا کام ہورہا ہے اور اسی اجتماع میں ان نوجوان فضلاء کی حوصلہ افزائی بھی ہو جائے، ہمارے دوست جنہوں نے اس کام کی سولہ سال پہلے تجویز پیش کی تھی انہوں نے ان دس نوجوانوں کے لئے جنہوں نے کام کیا ہے اور مولانا نعیم اشرف صاحب جو ان کے سربراہ ہیں ان کی حوصلہ افزائی کے لئے فی کس ایک ایک لاکھ روپیہ اور مولانا نعیم اشرف صاحب کو دو لاکھ روپے انعام میں دیئے ہیں، یہ انعام اس اجتماع کے اختتام پر حضرت صدر جامعہ مدظلہم نے اپنے دست مبارک سے دیں گے اور چونکہ یہ نسخے محدود تعداد میں ہیں اس لیے ہم نے یہ مناسب سمجھا کہ ہمارے دارالعلوم کے جو اصول اربعہ کے اساتذہ ہیں ان کی خدمت میں ایک ایک نسخہ پیش کردیا جائے، سب سے پہلے حضرت صدر صاحب مدظلہم کی خدمت میں پیش کیا گیا اور اب میں دوسرے اساتذہ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

(یہاں پر حضرت والا مدظلہم کی گفتگو مکمل ہوگئی)

خطاب مولانا نعیم اشرف صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ

الحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين محمد وعلى من تبعهم باحسان الى يوم الدين ، اما بعد

سب سے پہلے تو ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے ہمیں نعمت ایمان سے سرفراز فرمایا اور ہمیں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام میں پیدا فرمایا اور ہماری ظرف علوم وحی کتاب اللہ اور

سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں نازل فرمائے اور نہ صرف علوم وحی نازل فرمائے بلکہ ان کی حفاظت بھی اپنے ذمہ لے لی، چنانچہ ارشاد باری ہے إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ اور ارشاد فرمایا إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ اور آگے ارشاد فرمایا ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ.

اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور احادیث مبارکہ قرآن کریم کی جیتی جاگتی تفسیر ہیں اسلئے کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمادیا تھا کہ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ.

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ شریعت اسلامی کے چار بنیادی مآخذ میں دوسرا اہم ترین ماخذ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث کی حفاظت اور نشر وتبلیغ کے لئے متعدد احادیث میں ترغیب دلائی ہے اور اس کے فضائل بیان فرمائے ہیں اور الحمدللہ خود ہمارے اس المدونة الجامعة میں کتاب العلم میں ایک مستقل باب ہے جس کا عنوان ہے باب حفظ الحدیث ونشرہ جسمیں ۳۸ احادیث اس موضوع سے متعلق موجود ہیں۔

احادیث کی اسی اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرام کے دور سے لے کر اب تک ہر زمانے کے مسلمانوں کی یہ کوشش اور خواہش رہی ہے کہ ذخیرۂ احادیث کی حفاظت کی جائے اور اس کے لئے علماء نے ہر دور میں نت نئے طریقے اور اسلوب اختیار کئے ہیں اور ہزاروں کتابیں تصنیف کی ہیں۔

احادیث کی خدمت اور جمع وتدوین کا ایک مستقل میدان یہ رہا ہے کہ کئی کتب حدیث کو ایک کتاب میں جمع کردیا جائے، کبار محدثین اور حفاظ نے اس سلسلہ میں بڑی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں اور بڑے بڑے احادیث کے مجموعے وجود میں آئے ہیں جن میں سے گیارہ مجموعوں کا تذکرہ حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم کی اس کتاب پر تقریظ میں تفصیلاً موجود ہے۔

یہ جو ہمارا کام ہے یہ بھی اسی نوع کی ایک کوشش ہے البتہ چونکہ اس دور میں وسائل علم کی کثرت ہے نہ صرف مطبوعات اور مخطوطات تک رسائی آسان ہے بلکہ ان سے استفادہ آسان بنانے کے لئے کمپیوٹر پروگرام اور انٹرنیٹ کو اللہ تعالی نے مسخر کردیا ہے اس لئے اس کام میں ہمارے لئے ممکن ہوگیا کہ ہم اپنے دائرۂ کار کو گذشتہ مجموعات حدیثیہ کی نسبت ذرا وسیع رکھیں۔

اب سے پندرہ سال قبل ۱۴۲۳ھ اور ۲۰۰۲ء کی بات ہے کہ ہماری محبوب ہستی حضرت نائب رئیس الجامعہ مدظلہم، اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ ان کے سائے کو ہم پر دراز رکھے، دنیا جن کا ذکر" شیخ الاسلام" کے لقب سے کرتی ہے لیکن میں اس وقت باوجود خواہش کے ادباً ان کا یہ لقب استعمال نہیں کر پا رہا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گذشتہ کل ہی حضرت نے مجھے ایسا کرنے سے سختی سے منع فرمایا تھا اور میرے اندر اتنی جسارت نہیں کہ حضرت کی موجودگی میں حضرت کے حکم کی خلاف ورزی کروں، بہر حال حضرت نے فون پر مجھے دار العلوم طلب فرمایا، احقر اس زمانے میں لسبیلہ میں جو اس علاقے سے دور شہر میں واقع ہے رہائش پذیر تھا اور والد محترم حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جنہیں اللہ تعالیٰ نے گوناگوں صفات عطا فرمانے کے ساتھ یہ سعادت بھی بخشی تھی کہ وہ اس عظیم الشان جامعہ دار العلوم کی پہلی اینٹ رکھنے سے لے کر اس کے پروان چڑھنے تک بانی دار العلوم احقر کے نانا حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست راست اور پیش پیش رہے) کے قائم کردہ نشر واشاعت کے ادارہ ادارۃ القرآن کی ذمہ داریاں انجام دے رہا تھا جو الحمد للہ تا حال جاری ہیں، بہر حال حضرت نائب صدر صاحب مدظلہم نے مجھے طلب فرمایا اور اس حدیث کے منصوبے کے بارے میں تذکرہ فرمایا اور اس کے بنیادی خدوخال بیان فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہماری خواہش ہے کہ اس شعبہ کی ذمہ داری بحیثیت ناظم تم سنبھال لو، کچھ فضلاء و متخصصین ہم تمہارے ساتھ کر دیں گے جو اس میں کام کریں گے، حضرت والا کی اس پیشکش پر احقر کو انتہائی سعادت ومسرت محسوس ہوئی لیکن ساتھ ساتھ فکر بھی ہوئی کہ میں اپنی نا اہلی اور بے بضاعتی کے ساتھ اس عظیم کام کو کیسے انجام دے سکوں گا، کہیں حضرت کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچ جائے بظاہر حضرت والا کو مجھ سے یہ حسن ظن ہوگا کہ اس نے حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی صاحب کی زیر نگرانی تخصص فی الحدیث کر رکھا ہے یا یہ کہ احقر کمپیوٹر کے ابتدائی دور ۱۹۸۸ء سے ہی کمپیوٹر سے مناسبت رکھتا تھا اور یہ کہ ادارۃ القرآن سے متعدد علمی کتب کی تحقیق واشاعت کی سعادت حاصل ہوئی تھی جن میں مشکوۃ کی شرح طیبی ۱۲ رجلد اور فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا المحیط البرہانی ۲۵ رجلد شامل ہیں، لیکن ان سب کے باوجود احقر کو اپنی کم مائیگی کا احساس تھا استخارے اور محترمہ والدہ مدظلہا و بھائیوں سے مشورہ کے بعد توکلاً علی اللہ اس کام کی ذمہ داری قبول کر لی۔

بس اس منصوبے کے لئے اور خود ہمارے لئے سب سے زیادہ قابلِ اطمینان بات یہ تھی کہ یہ سارا کام حضرت نائب رئیس الجامعہ مدظلہم کی زیرِ نگرانی ہوگا اور جو بھی مشکل پیش آئے گی حضرت والا حل کردیں گے۔اور الحمدللہ ایسا ہی ہوا، نہ صرف قدم قدم پر حضرت والا رہنمائی فرماتے رہے اور پیش آنے والی مشکلات حل کرتے رہے بلکہ سالہا سال سے حضرتِ والا نے ظہر کے بعد کا وقت اس کام کیلئے مخصوص کیا ہوا ہے اور اب تک حضرت والا کا یہ معمول ہے کہ جن احادیث پر ہمارا کام مکمل ہوجاتا ہے حضرت اس حدیث پر کئے ہوئے کام کا گہری نظر سے جائزہ لیتے ہیں اور جہاں کہیں رد وبدل ضروری ہوتا ہے، فرمادیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت کے سائے کو صحت وعافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور اس منصوبے کو حضرت کی زیرِ نگرانی پایہ تکمیل تک پہونچائے، آمین۔

جب اللہ تعالیٰ کے نام سے اس کام کو شروع کیا گیا تو سب سے پہلا مرحلہ اس کام کے عملی منہج کی تیاری کا تھا اور کتب مصادر کی فراہمی ناگزیر تھی جس کے بعد رفقاء کار کو اس کام کے لئے تیار کرنا تھا، سرچنگ اور کتابت کی حد تک اسوقت بھی کمپیوٹر استعمال کرنے کا ارادہ تھا لہذا رفقاء کی کمپیوٹر ٹریننگ بھی ضروری تھی ان مراحل سے گذر کر جب عملی طور پر کام کا آغاز کیا گیا اور ہر ہر حدیث کے طرق کی تلاش شروع کی گئی اور ہزاروں جلدوں کے لاکھوں صفحات کو کھنگالنا پڑا تو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث یاد آگئی جو صحیح بخاری کی روایت ہے جس میں جمع قرآن کے موقع پر انہوں نے فرمایا تھا:

قَالَ زَيْدٌ :قَالَ أَبُو بَكْرٍ :وَإِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ، لاَ نَتَّهِمُكَ قَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الوَحْيَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَتَبَّعِ القُرْآنَ، فَاجْمَعْهُ، قَالَ زَيْدٌ :فَوَاللَّهِ لَوْ كَلَّفَنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الجِبَالِ مَا كَانَ بِأَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا كَلَّفَنِي مِنْ جَمْعِ القُرْآنِ.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ایک نوجوان اور عقل مند انسان ہو تمہارے متعلق ہمیں کوئی بدگمانی نہیں ہے۔تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی نازل شدہ آیات لکھا کرتے تھے، پس تم قرآنی آیات کا تتبع کرکے مکمل قرآن کریم جمع کرو، حضرت زید فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کسی پہاڑ کی منتقلی کا حکم

دیتے تو وہ مجھ پر اتنا بھاری نہ ہوتا جتنا کہ جمع قرآن کا حکم مجھ پر بھاری تھا۔

ہمیں بھی یہی محسوس ہو رہا تھا کہ بے شمار مصادر سے احادیث کے طرق تلاش کر کے پہاڑ کھڑے کرنے ہیں، لیکن الحمدللہ، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس مبارک کام کی برکت سے اور ہمارے بڑوں کی دعاؤں کی برکت سے، اللہ تعالیٰ کی توفیق قدم قدم پر شامل حال رہی اور راستے کھلتے چلے گئے اور الحمدللہ آج یہ خوشی کا دن اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے کہ ہم 17334 احادیث کے 340499 لاکھ طرق اپنے اس کام میں جمع کر کے ایک سلسلہ میں پرو چکے ہیں جو کہ ایک ریکارڈ ہے۔

یہ یقیناً ایک ٹیم ورک ہے بلکہ سب سے مقدم وہ جہود ہیں جو ہزاروں محدثین نے اس ذخیرہ کو ہم تک پہنچانے میں صرف کی ہیں اور اس کے بعد ان جہود کو یکجا کرنے میں **المدونة الجامعة** کے رفقاء کرام نے بھی پوری جانفشانی کے ساتھ دن رات کام کیا ہے، خاص طور پر ہمارے رفیق کار مولانا مکرم حسین صاحب کی خدمات سب سے نمایاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے اور سب حصہ لینے والوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ اور اس کو سب کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

اور اب وقت آ گیا تھا کہ اس عظیم امانت کو امت کے سامنے پیش کرنے کا آغاز کر دیا جائے اور الحمدللہ یہ پہلی جلد آپ کے سامنے ہے۔

یہاں مناسب ہوگا کہ اس کام کی امتیازی خصوصیات آپ حضرات کے سامنے مختصراً پوائنٹس کی شکل میں پیش کر دی جائیں:

۱۔ احادیث کی عالمی نمبرنگ اس حیثیت سے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ہیں قطع نظر اس کے کہ کتب احادیث میں ان کو کیا نمبر دیا گیا ہے۔

۲۔ ہر حدیث کا مخصوص عالمی نمبر اس حدیث کے تمام طرق کے لئے استعمال کیا جائیگا۔

۳۔ احادیث کی کتب اور ابواب کے تحت موضوعاتی تقسیم و ترتیب۔

۴۔ چونکہ یہ کام عالمی نوعیت کا ہے لہذا عنوانات وہ رکھے گئے ہیں جو بادیٔ النظر میں حدیث سے مفہوم ہوتے ہوں یا حدیث جس سیاق میں وارد ہوئی ہو تا کہ کسی مذہب فقہی یا مکتب فکری کی طرف داری محسوس نہ ہو۔

۵۔ ہر موضوع کے تحت اُن احادیث کا بے مثال ذخیرہ جو سینکڑوں کتب حدیث میں منتشر تھیں۔

۶۔ احادیث کی توثیق یا تضعیف کیلئے اپنی یا معاصرین کی تحقیق کے بجائے صرف متقدمین محدثین کے کلام کے ذکر کا اہتمام، البتہ جہاں ضروری ہوا اپنی یا معاصرین کی تحقیق حاشیہ میں بیان کی گئی ہے۔

۷۔ تکرار سے بچاؤ کے پیش نظر احادیث کے طرق کثیرہ میں سے صرف سند کے اعتبار سے اقوی طریق اور سب سے مفصل طریق کو (اگر ہو تو) سند اور مکمل متن کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور دیگر طرق مع شواہد میں صرف حوالوں پر اکتفا کیا گیا ہے الّا یہ کہ کسی طریق میں کوئی مفید اضافہ ہو تو صرف اس اضافہ کو بھی لے لیا گیا ہے۔

۸۔ احادیث کی تخریج کے لئے صرف ان مصادر کا انتخاب جن کے مصنفین حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنی سند سے حدیث بیان کرتے ہوں۔

۹۔ ہر حدیث کے ہر طریق کا مکمل حوالہ جلد نمبر صفحہ نمبر اور حدیث نمبر وعنوانات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۱۰۔ احادیث کے بنیادی 80 مصادر جیسے صحاح ستہ وغیرہ کی تمام احادیث اور تمام طرق مع شواہد کا استیعاب اگرچہ وہ مکرر ہی کیوں نہ ہوں ان 80 مصادر کی جلدوں کی تعداد 423 اور صفحات کی تعداد 201061 ہے۔

۱۱۔ ان بنیادی 80 مصادر کے علاوہ مزید 830 ایسی کتب حدیث کا بھی مکمل تصفح کیا گیا ہے جن میں کوئی نئی حدیث ملنے کا امکان ہو۔

۱۲۔ اس منصوبے میں احادیث کی تلاش کے لئے اب تک جن کتب حدیث کا احاطہ کیا گیا ہے ان کی مجموعی تعداد 910 ہے جبکہ ان کی جلدوں کی تعداد 2119 ہے اور ان کے کل صفحات 955811 ہیں۔

جوں جوں کام بڑھتا جارہا ہے مصادر کی تعداد میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

۱۳۔ اب تک 17334 احادیث کے 340499 طرق پر کام مکمل ہو چکا ہے۔

۱۴۔ جلداول جوصرف کتاب الایمان کی مباحث پر مشتمل ہے اس میں 445احادیث کے 9423 طرق موجود ہیں اوراس جلد میں مذکور 445احادیث وہ ہیں جواصالۃً کتاب الایمان میں رکھی گئی ہیں اور وہ احادیث جو اصالۃً دوسرے موضوعات میں رکھی گئی ہیں لیکن ان میں ایمانیات کا موضوع بھی پایا جاتا ہے ان کی تعداد 515 ہے جن کا حوالہ کتاب الایمان میں بھی بطور "راجع ایضاً" دے دیا گیا ہے۔اس طرح کتاب الایمان میں مذکور کل احادیث کی تعداد 960 تک پہنچ جاتی ہے۔الحمد للہ کتاب الایمان کی صرف مرفوع احادیث پر مشتمل اتنا بڑا ذخیرہ ہمارے علم کے مطابق کسی اور کتاب میں نہیں ہے۔

۱۶۔ ان شاء اللہ المدونة الجامعة کا یہ کام کتابی شکل میں شائع ہوگا جس کی 40 سے زیادہ جلدیں متوقع ہیں۔

۱۷۔ جبکہ یہ منصوبہ ان شاء اللہ انٹرنیٹ پر اس کی اپنی ویب سائٹ پر بھی افادہ عام کے لئے دستیاب ہوگا۔

۱۸۔ اس عظیم الشان کام کی حفاظت اور بخوبی استعمال کے لئے ضروری تھا کہ اس کا اپنا ڈیٹا بیس اور اپنا کمپیوٹر سافٹ ویئر تیار کیا جائے جس میں ڈیٹا انٹری سرچنگ اور رپورٹنگ کی مکمل صلاحیت ہو،اللہ تعالی کے فضل وکرم سے یہ کام ہم نے اپنے منصوبے کے آغاز میں ہی کرلیا تھا اور بہت غوروخوض کے بعد اپنے کام کی ضروریات پر پورا اترتا ہوا ایک کمپیوٹر سافٹ ویئر جو عربی زبان میں کام کرے بنوالیا گیا ہے جس کے اندر ساری ڈیٹا انٹری کی جارہی ہے۔

اس سافٹ ویئر کا منجملہ اور فوائد کے ایک اہم فائدہ یہ بھی حاصل ہوا کہ طباعت کے لئے الگ سے کمپوزنگ نہیں کرنی پڑی اور یہ جو جلد چھپی ہے یہ کلی طور پر ہمارے اپنے سافٹ ویئر کی تیار کردہ ہے، اس میں نہ مائیکروسوفٹ ورڈ استعمال ہوا ہے نہ ان پیج اور نہ کوئی اور مروجہ پروگرام، البتہ بیروت میں صرف طباعت ہوئی ہے۔بیروت کے ایک بڑے پریس کے مالک نے ہماری اس کمپوزنگ کو دیکھ کر تعجب سے یہ کہا کہ اتنی اچھی کمپوزنگ تو ہمارے ہاں بھی نہ ہوسکتی۔

اس طرح الحمد للہ یہ سارا منصوبہ جدید دور کے مطابق کمپیوٹرائزڈ ہے۔جس کو وقت آنے پر ان شاء اللہ ویب سائٹ پر بھی رکھ دیا جائے گا۔

درحقیقت یہ سب ثمرہ ہے ہمارے اکابر کے اخلاص اور توجہات کا۔ احقر اور رفقاء موسوعۃ الحدیث ان کے شکر گذار ہیں کہ ان حضرات نے ہمارے اوپر اعتماد فرمایا اور اس عظیم سعادت کے حصول کا موقع عنایت فرمایا، جزاھم اللہ تعالی احسن الجزاء ، نیز تمام حاضرین سے درخواست ہے کہ وہ اس عظیم کام کی اخلاص کے ساتھ تکمیل کے لئے، قبولیت کے لئے، نافعیت کے لئے دعا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

خطاب حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، دامت برکاتہم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد:

ماشاللہ، اس کارنامے کی تفصیلات آپ حضرات نے سنیں، اور سوا دس بج چکے ہیں، کسی طویل کلام کی نہ گنجائش ہے نہ ضرورت، اس وقت خوشی ومسرت اور جذبات تشکر سے دل ایسا معمور ہے کہ بیان بھی کرنے کی قدرت نہیں، اس وقت جہاں اور بہت ساری باتیں ہیں وہیں ہمارے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ جو یہیں (دارالعلوم کے قدیم) قبرستان میں آرام فرما ہیں انکی یاد دل کو بیتاب کر رہی ہے اور ساری کوششیں، سارے کام اور جو بڑے بڑے کارنامے اللہ تعالیٰ نے انجام دلوائے ہیں درحقیقت ان کا منبع اور بنیاد انہیں کی ڈالی ہوئی ہے، وہ اگر آج اس مجلس میں ہوتے تو ان کی خوشیوں کا کیا حال ہوتا کہ ان کے جانشینوں نے اور دارالعلوم کے خدام نے الحمدللہ کس قدر عظیم کارنامہ انجام دیا ہے۔

یوں تو حفاظتِ حدیث کی کوششوں سے متعلق ساری تاریخ بھری پڑی ہے کہ ایک ایک صحابی نے احادیث کی کس طرح حفاظت کی، صحابہ کرام ہی کے زمانے میں حدیثیں لکھی جاتی تھیں، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، رضی اللہ عنھما، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی سنتے تھے اس کو لکھ لیتے تھے، ان کے مجموعے کا نام صحیفۂ صادقہ تھا، اس میں احادیث کی تعداد حضرت ابو ہریرہ، رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات سے بھی زیادہ تھی، حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات کی تعداد پانچ ہزار تین سو چوہتر ہے، اس سے بھی زیادہ مرویات اس صحیفہ میں تھیں، اس کے بعد مسلسل کتابتِ حدیث، روایتِ حدیث اور حفظ حدیث کا سلسلہ چلتا رہا، ایک ایک حدیث کو سننے کے لئے بعض بزرگوں نے ایک ایک مہینہ کا سفر کیا ہے، حضرت

جابر بن عبداللہؓ نے ایک حدیث سننے کے لئے مدینہ سے دمشق کا سفر کیا، چنانچہ صحابہ کرام کی اور محدثین کے بڑے کارنامے اور بڑی قربانیاں ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے دورِ خلافت میں مختلف شہروں میں اپنے حکام و گورنروں کو لکھ کر بھیجا کہ جو حدیثیں تمہیں ملیں انہیں لکھواور جمع کرو، چنانچہ مجموعے تیار کرائے گئے اور اسکی نقلیں عالم اسلام میں پھیلائی گئیں، یہ سلسلہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے شروع کیا تھا، پھر امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور دوسرے ائمہ حدیث کا دور آتا گیا اور ہر ایک نے اپنے اپنے زمانے میں ان احادیث کی خدمت میں عمریں صرف کیں، امام بخاریؒ نے اٹھارہ سال کی عمر سے حدیثیں حاصل کرنے کے لئے سفر شروع کئے، آخر وقت تک حدیثیں حاصل کرنے کے لیے گاؤں گاؤں، شہر شہر پہنچ کر ایک ایک حدیث کو حاصل کیا اور اس کی سندوں کو محفوظ کیا، اور جن راویوں سے سنا ان کے حالات کو محفوظ کیا، الحمد للہ محدثین کا یہ سلسلہ مسلسل چلا آرہا ہے اور تاریخ اسلام میں کوئی وقفہ اس کام میں نہیں آیا۔

ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز اور اوثق الاعمال ہے کہ اللہ نے اسی سلسلے کی ایک کڑی ہمیں بھی بنالیا ہے، صحابہ کرام کا شروع کیا ہوا سلسلہ ہے، جس طرح امام بخاریؒ کی کتاب تمام کتابوں میں سب سے زیادہ بڑھ کر ہے کہ یہ کتاب پوری دنیا نے تسلیم کرلی ہے، بات میں بڑی کہہ رہا ہوں لیکن واقعہ ایسا ہی ہے کہ تدوینِ حدیث کے سلسلہ میں پوری تاریخ اسلام میں اور پورے عالمِ اسلام میں یہ ایک منفرد کارنامہ ہے جو یہاں المدونۃ الجامعۃ کے سلسلے میں ہوا ہے، اللہ رب العزت نے یہ کام ایسا کروایا ہے کہ تاریخِ اسلام میں تدوینِ حدیث کا ایک منفرد کارنامہ ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ہے کہ حدیث کی جتنی کتابیں ہیں ان کو دیکھ دیکھ کر ان کی سندوں کی تحقیق کر کے، ان کے شواہد کی تحقیق کر کے اس طریقہ سے اس کام کو کیا گیا ہے۔

برادر عزیز شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے، اور ان کے افادے کو عام وتام فرمائے، اللہ رب العالمین نے اس کارنامے کا ذریعہ ان کو بنایا، جس کی تفصیل آپ انہی کی زبانی سن چکے ہیں، یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے، آسان کام نہیں تھا تقریباً ناممکن سمجھا جانے والا کام تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے کروایا ہے، میرے پاس اس کارنامے کی مزید ستائش پیش کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جزاء خیر عطا فرمائے۔

اس کے بعد مولانا نعیم اشرف صاحب نے جس طرح اس شعبہ کو چلایا، اتنا بڑا کارنامہ جس کے لئے چالیس ماہرین کو جمع کرنے کا پروگرام بن رہا تھا کہ بیس ماہرین قاہرہ میں اور بیس ماہرین پاکستان میں کام کریں گے، وہ کام چند افراد کو لے کر اللہ تعالیٰ نے مولانا نعیم اشرف صاحب کے ذریعہ سے ایک چھوٹے سے کمرے میں کروادیا، اللہ تعالیٰ نے ان کو صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، اور ان کو ان مخطوطات پر کام کرنے کا بڑا طویل تجربہ تھا جو دنیا میں ناپید ہوگئے تھے، انہوں نے عالم اسلام کے کئی مخطوطے ایسے حاصل کئے ہیں فقہ اور فتوی وغیرہ کی کتابوں کے جو اپنے ادارے سے انہوں نے چھاپے، اللہ رب العالمین نے علمی استعداد بھی بہت اچھی عطا فرمائی ہے، اس کام کا ان کو خاص تجربہ ہے، الحمدللہ ان کی سرکردگی میں ان کے رفقاء نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے، ان کے رفقاء کو انعام بھی دیا جائیگا ان شاء اللہ، لیکن اصل انعام تو ان حضرات کا اللہ رب العالمین کے پاس ہے کسی کے بس میں نہیں کہ ان کو اس خدمت کا انعام دے سکے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی جو خدمت ان حضرات کے ذریعہ سے ہوئی والد صاحب اگر ہوتے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ ہوتی۔

اللہ تعالیٰ اس کارنامہ کو آسانی سے مکمل کرادے اور طباعت کا کام بھی آسانی سے مکمل کروادے، اس وقت جلدِ اول آچکی ہے اور جلدِ ثانی بھی آخری مراحل میں ہے، دعا کیجیے اللہ تعالیٰ اس کام کو آسانی کے ساتھ اور حسنِ خوبی کے ساتھ مکمل کروادے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

...... ایاتہا ١٢٠	سورۃ المائدۃ	...... رکوعاتہا ١٦ ......

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ۝ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَیْهِ وَ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَ الْخَنَازِیْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓىِٕكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ ۝

اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایسے لوگوں کو جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور کھیل بنا رکھا ہے اور کافروں کو یار ومددگار نہ بناؤ، اور اگر تم واقعی صاحب ایمان ہو تو اللہ سے ڈرتے رہو (۵۷) اور جب تم نماز کے لئے (لوگوں کو) پکارتے ہو تو وہ اس (پکار) کو مذاق اور کھیل کا نشانہ بناتے ہیں۔ یہ سب (حرکتیں) اس وجہ سے ہیں کہ ان لوگوں کو عقل نہیں ہے۔ (۵۸) تم (ان سے) کہو کہ: ''اے اہلِ کتاب! تمہیں اس کے سوا ہماری کون سی بات بُری لگتی ہے کہ ہم اللہ پر اور جو کلام ہم پر اُتارا گیا اُس پر اور جو پہلے اُتارا گیا تھا اُس پر ایمان لے آئے ہیں، جبکہ تم میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں؟'' (۵۹) (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: ''کیا میں تمہیں بتاؤں کہ (جس بات کو تم برا سمجھ رہے ہو) اس سے زیادہ برے انجام والے کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے پھٹکار ڈالی، جن پر اپنا غضب نازل کیا، جن میں سے لوگوں کو بندر اور سور بنایا، اور جنہوں نے شیطان کی پرستش کی! وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا بھی بدترین ہے اور وہ سیدھے راستے سے بھی بہت بھٹکے ہوئے ہیں۔'' (٦٠)

وَ اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ قَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَ هُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْ لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ

اور جب یہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "ہم ایمان لے آئے ہیں" حالانکہ یہ کفر لے کر ہی آئے تھے، اور اسی کفر کو لے کر باہر نکلے ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ کیا کچھ چھپاتے رہے ہیں (۶۱) اور ان میں سے بہت سوں کو تم دیکھو گے کہ وہ گناہ، ظلم اور حرام خوری میں لپک لپک کر آگے بڑھتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جو حرکتیں یہ کرتے ہیں وہ نہایت بُری ہیں (۶۲) ان کے مشائخ اور علماء ان کو گناہ کی باتیں کہنے اور حرام کھانے سے آخر کیوں منع نہیں کرتے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ طرزِ عمل نہایت بُرا ہے۔ (۶۳) اور یہودی کہتے ہیں کہ "اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں"(۱) ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں، اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت الگ پڑی ہے، ورنہ اللہ کے دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

---

(۱) جب مدینہ منوّرہ کے یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کے طور پر کچھ عرصے کے لئے معاشی تنگی میں مبتلا کردیا۔ اس موقع پر بجائے اس کے کہ وہ ہوش میں آتے، ان کے بعض سرداروں نے یہ گستاخانہ جملہ کہا۔ "ہاتھ کا بندھا ہونا" عربی میں بخل اور کنجوسی کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کا مطلب یہ تھا کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ بخل کا معاملہ کیا ہے۔ حالانکہ بخل کی صفت تو خود ان کی مشہور و معروف تھی، اس لئے فرمایا گیا کہ "ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں"۔

وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ۭ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا ۭ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾

اور (اے پیغمبر!) جو وحی تم پر نازل کی گئی ہے وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ کر کے رہے گی، اور ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے عداوت اور بغض پیدا کردیا ہے۔ جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اس کو بجھا دیتا ہے (۱)، اور یہ زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں، جبکہ اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۶۴) اور اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ضرور ان کی بُرائیاں معاف کردیتے، اور انہیں ضرور آرام وراحت کے باغات میں داخل کرتے (۶۵) اور اگر وہ تورات اور اِنجیل اور جو کتاب (اب) ان کے پاس ان کے ربّ کی طرف سے بھیجی گئی ہے اس کی ٹھیک ٹھیک پابندی کرتے تو وہ اپنے اُوپر اور اپنے نیچے ہر طرف سے (اللہ کا رزق) کھاتے۔ (اگرچہ) ان میں ایک جماعت راہِ راست پر چلنے والی بھی ہے، مگر ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہی ہیں کہ ان کے اعمال خراب ہیں (۶۶)

---

(۱) یہ یہودیوں کی ان سازشوں کی طرف اشارہ ہے جو وہ مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ مل کر کرتے رہتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ بندی کا معاہدہ کر رکھا تھا، لیکن درپردہ وہ اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ مسلمانوں پر کوئی حملہ ہو اور وہ اس میں شکست کھائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ہر موقع پر ان کی سازش کو ناکام بنادیتے تھے۔

☆☆☆

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم
نائب رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

یادیں

(تیسری قسط)

بھائی جان (حضرت محمد زکی کیفی، رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں چند مزید خصوصیات کا تذکرہ کئے بغیر بات مکمل نہیں ہوگی۔ خصوصاً یہ بات کہ ہم بھائیوں میں یہ سعادت صرف بھائی جان ہی کے حصے میں آئی کہ انہوں نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، قدس سرہ، کی خدمت وصحبت بلکہ بیعت کا شرف بھی حاصل کیا، حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، انہیں ہر سال تھانہ بھون ساتھ لے جاتے تھے، اور حضرت تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، ان سے بہت محبت فرماتے تھے، بارہا حضرت نے انہیں سر کی مالش کرنے کا موقع دیا۔ حضرتؒ پان کھانے کے عادی نہیں تھے، لیکن کھانے کے بعد بغیر کتھے چونے کا سادہ پتہ کبھی کبھی تناول فرمالیا کرتے تھے۔ بھائی جان اکثر ان کو بروقت پان پیش کردیتے تھے، اس لئے حضرت نے ازراہِ مزاح ان کا نام "پانی" رکھا ہوا تھا۔ جب پان کی ضرورت ہوتی اور بھائی جان پاس نہ ہوتے تو فرماتے، "وہ ہمارا پانی کہاں گیا"؟ ایک بہت بڑی سعادت انہیں یہ حاصل ہوئی کہ ایک روز انہوں نے حضرت سے درخواست کی کہ "مجھے پند نامہ عطار پڑھا دیجئے"۔ حضرت، رحمۃ اللہ علیہ، کے پاس اتنا وقت کہاں تھا کہ وہ کسی بچے کو پند نامہ پڑھائیں لیکن بھائی جان پر غیر معمولی شفقت ومحبت کے پیش نظر آپ نے اس معصومانہ درخواست کو ٹھکرانا پسند نہیں فرمایا اور جواب دیا کہ "اور تو میرے پاس کوئی وقت نہیں ہے لیکن عصر کے بعد میں ہوا خوری کے لئے جاتا ہوں، اس وقت کتاب لے کر میرے ساتھ چلا کرو میں اس فرصت میں تمہیں پند نامہ پڑھادوں گا"۔

چنانچہ عصر کے بعد بھائی جان کتاب لے کر پہنچ گئے اور درس شروع ہوگیا۔ اس وقت حضرت کے اکابر خلفاء بھی موجود تھے، انہیں اطلاع ہوئی تو انہیں بڑا رشک آیا۔ اورانہوں نے بھی اس درس میں شامل ہونے کی اجازت چاہی۔ حضرتؒ نے اجازت دیدی اس کے بعد اس پر کیف درس میں حضرت

والدؒ صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ، حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ اور حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحبؒ بھی شامل ہوگئے اور یہ درس رمضان بھر میں جاری رہا۔ حضرت مفتی محمد حسن صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، بھائی جان سے اکثر اس واقعہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ "تم تو ہمارے ہم سبق ہو اور تمہارے طفیل ہمیں حضرتؒ سے پند نامہ پڑھنے کی سعادت ملی ہے"۔

بھائی جان نے جب بچپن میں لکھنا سیکھا تو حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، نے ان سے سب سے پہلا خط حضرت حکیم الامت، رحمۃ اللہ علیہ، کے نام لکھوایا۔ اس خط کا جو جواب حضرتؒ نے مرحمت فرمایا وہ ایک مستقل سبق بھی ہے اور بھائی جان کے لئے ایک عظیم سرمایۂ سعادت بھی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ: "برخوردار سلمہ السلام علیکم مع الدعا، تمہارے حروف دیکھ کر دل خوش ہوا۔ تمہاری علمی وعملی ترقی کی دعا کرتا ہوں۔ خط ذرا اور صاف کرلو، اس سے مکتوب الیہ کو بھی سہولت وراحت ہوتی ہے اس نیت سے ثواب بھی ملتا ہے۔ دیکھو! میں تم کو بچپن سے صوفی بنارہا ہوں، دردسر کا یہ تعویذ سر میں باندھ لو، سب گھر والوں کو سلام ودعا۔ اشرف علی"۔

عام لوگ سوچیں گے کہ خط صاف کرنے کا تصوّف سے کیا واسطہ؟ لیکن یہ حکیم الامت حضرت تھانوی، رحمۃ اللہ علیہ، کی خصوصیت تھی کہ انہوں نے شریعت وطریقت کے اہم ترین تقاضوں یعنی آداب معاشرت، اخلاق اور صفائی معاملات کی طرف اپنے متعلقین کو اس وقت بطور خاص متوجہ فرمایا جب دین کے ان شعبوں کو دین سے خارج سمجھ لیا گیا تھا، اور اوراد ووظائف یا نوافل میں سستی پر حضرتؒ نے کبھی عتاب نہیں فرمایا، لیکن اگر کوئی شخص آداب معاشرت یا معاملات وغیرہ میں کوتاہی یا ایسا کام کرتا جس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے تو اس پر سخت گرفت فرماتے تھے۔

حضرتؒ کی اسی تعلیم وتربیت کا اثر تھا کہ بھائی جان ہمیشہ اپنی نقل وحرکت میں اس بات کا خاص اہتمام کرتے تھے کہ اس سے کسی دوسرے کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت حکیم الامتؒ سے بھائی جان کے بیعت ہونے کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ بھائی جان اس وقت تک نابالغ تھے، حضرتؒ کی شفقتوں اور عنایتوں کو دیکھتے ہوئے انہوں نے ایک دن خود ہی حضرتؒ سے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت عموماً بلوغ سے پہلے بیعت نہیں فرماتے تھے، اس لئے ازراہ خوش طبعی فرمایا

کہ بیعت خالی ہاتھ تھوڑے ہی ہوتے ہیں، امرود لے کر آؤ تو بیعت کریں۔ وہ موسم ایسا تھا کہ بازار میں امرود نہیں آرہے تھے، اس لئے حضرتؒ نے یہ بات انہیں ٹالنے کے لئے فرمائی تھی اور خیال یہ تھا کہ اس موسم میں وہ امرود نہیں لاسکیں گے۔ لیکن بھائی جان نہ جانے کہاں سے تلاش کر کے امرود لے آئے؟ حضرتؒ نے دیکھا تو بڑا تعجب ہوا اور چونکہ وعدہ فرما چکے تھے اس لئے بیعت کے لئے راضی ہوگئے۔ لیکن حضرتؒ کے برابر شرعی احکام کی رعایت کون کرے گا؟ بھائی جان اس وقت نابالغ تھے اور نابالغ سے ہدیہ قبول کرنا والدین کی اجازت کے بغیر شرعاً جائز نہیں تھا، اس لئے بھائی جان کو واپس بھیجا کہ جا کر اپنے والدین سے پوچھ کر آؤ، بھائی جان اجازت لے آئے، تو اس کے بعد بیعت فرمایا۔

اس واقعہ کے بعد ۷/ ربیع الثانی ۱۳۵۶ھ کو حضرت والد صاحب مدظلہم نے حضرت حکیم الامت کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ:

"محمد زکی سلمہ کے لئے الحمدللہ مرید ہونے کی کھلی ہوئی برکت ظاہر ہوئی کہ نماز کا بہت ہی شوق ہوگیا، عشاء کی نماز کے وقت پہلے سو جاتا تھا اب بیٹھا ہوا انتظار کرتا رہتا ہے"۔

حضرت حکیم الامتؒ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا :

"ماشاءاللہ! دعا کیجئے مجھ کو بھی اس بے گناہ بچے کی برکت نصیب ہو اور ہمّت عمل اور استقامت واخلاص عطا ہو"۔

بھائی جان کے بچپن کے بہت سے معاملات حضرت حکیم الامتؒ ہی کے مشوروں سے انجام پائے۔ ۱۰/رجب ۱۳۵۵ھ کے مکتوب میں حضرت والد صاحبؒ نے حضرت تھانویؒ کو لکھا :

"محمد زکی سلمہ سال بھر سے زائد ہوا کہ اس کو حفظ قرآن مجید شروع کرادیا تھا مگر کچھ عرصہ چھ ماہ سے وہ بیمار چلا جاتا ہے۔۔۔۔ اب بعض اقرباء کا مشورہ یہ ہے کہ حفظ قرآن کی محنت یہ برداشت نہیں کرسکتا۔۔۔ سخت تردد میں ہوں، کیا کروں"۔

حضرتؒ نے جواب دیا :

"اگر زکی میرا بچہ ہوتا تو حفظ چھڑا دیتا، پھر جب کسی موقع پر قوت ہوتی (گو بعد فراغ درسیات سہی) پھر تکمیل کرادیتا۔ اس وقت بہت سہولت ہوجاتی ہے"۔

اس طرح بھائی جان اٹھارہ سال کی عمر تک حضرت حکیم الامت، رحمۃ اللہ علیہ، کی ہدایات اور عنایات سے فیضیاب ہوتے رہے۔ اسی دوران حضرت والد صاحبؒ کو ایک مرتبہ ایک خط حضرت تھانویؒ کے پاس تھانہ بھون بھیجنا تھا۔ والد صاحب چاہتے تھے کہ یہ خط آج ہی حضرتؒ کو پہنچ جائے۔ ادھر سہارنپور سے تھانہ بھون جانے والی گاڑی میں سفر کا کوئی امکان نہیں رہا تھا۔ بھائی جان نے یہ خدمت اپنے ذمہ لی، دیوبند سے مظفر نگر اور مظفر نگر سے شاملی پہنچے، خیال تھا کہ شاملی سے تھانہ بھون جانے والی گاڑی مل جائے گی، مگر شاملی پہنچے تو گاڑی نکل چکی تھی۔ بھائی جان نے وہاں سے ایک سائیکل کرائے پر لی اور شاملی سے تھانہ بھون تک کا طویل راستہ اسی سائیکل پر طے کرکے مکتوب بروقت حضرتؒ کو پہنچادیا۔

حضرت تھانویؒ کے علاوہ دیوبند میں حضرت میاں صاحبؒ (حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ) بھی بھائی جان سے نہایت شفقت فرماتے تھے، اور بھائی جان کو ان کی خدمت وصحبت کا بھی خوب خوب موقع ملا۔ انہیں بچپن ہی سے بزرگوں سے فیضیاب ہونے اور ان کی خدمت وصحبت سے فائدہ اٹھانے کا خاص ذوق تھا اور اس لحاظ سے انہیں یہ شعر کہنے کا واقعی حق پہنچتا تھا کہ ؎

اس وقت سے میں تیرا پرستار حسن ہوں
دل کو مرے شعور محبت بھی جب نہ تھا

اور بزرگوں کی اسی صحبت کا اثر تھا کہ ان پر دین اور فہم دین کا ایک ایسا پختہ رنگ چڑھا ہوا محسوس ہوتا تھا جو کسی ماحول میں کبھی مغلوب یا مرعوب نہیں ہوا، وہ جس ماحول میں رہے ہمیشہ اچھا رنگ دوسروں پر چھوڑ کر آئے ؎

رنگیں ہے ہم سے قصہ مہر و وفا کہ ہم
اپنی وفا کا رنگ ترے رخ پر مل گئے

چوتھے نمبر پر ہماری بہن حسیبہ خاتون [۱] (رحمہا اللہ تعالیٰ) تھیں جنہیں ہم "بی جان" کہتے

(۱) ان کی وفات پر میں نے البلاغ میں ان کا تذکرہ قدرے تفصیل کے ساتھ کیا ہے جو میری کتاب "نقوش رفتگاں" میں شائع ہو چکا ہے۔

تھے۔اور پانچویں نمبر پر محترمہ رقیہ خاتون صاحبہ مدظلہا جنکو ہم چھوٹی آپا کہتے ہیں۔عمر میں یہ دونوں بھی مجھ سے کافی بڑی تھیں لیکن اُس وقت غیر شادی شدہ تھیں اور انہوں نے شروع ہی سے ہمیں اپنے ساتھ اتنا بے تکلف کیا ہوا تھا کہ عمر کے بڑے تفاوت کے باوجود ان سے ہمیشہ دوستی کا سا رشتہ قائم رہا۔ان بہنوں کی بھی تعلیم کی کل کائنات پھوپی امۃ الحنان صاحبہ کے مکتب (جس کا ذکر میں ان شاء اللہ آگے کروں گا) اور گھریلو طور پر "بہشتی زیور" کی حد تک محدود تھی، لیکن حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کے حسن تربیت کے نتیجے میں ان کا علمی اور ادبی ذوق یقیناً یونیورسٹیوں کی پڑھی ہوئی خواتین سے بھی زیادہ تھا۔ان کا مطالعہ بھی وسیع تھا اور نہ صرف یہ کہ سخن فہمی کی صلاحیت غیر معمولی تھی بلکہ وہ خود اعلیٰ درجے کے شعر کہتی تھیں۔محض نمونے کیلئے ان میں سے بڑی بہن محترمہ حسیبہ خاتون مرحومہ کے یہ شعر ملاحظہ فرمایئے:

ہمیں تو آتا ہے رونا مآلِ گلشن پر
بھلا یہ ہنستے ہیں کیوں گلستاں،نہیں معلوم

گذر رہی ہیں نشیمن سے بے سلام وپیام
خفا خفا سی ہیں کیوں بجلیاں نہیں معلوم

اور محترمہ رقیہ خاتون صاحبہ مدظلہا کے یہ شعر:

ضبطِ غم پر بھی ڈبڈبا ہی گئی
آنکھ دل سے شکست کھا ہی گئی

سنتے سنتے مرا فسانۂ غم
چاندتاروں کو نیند آ ہی گئی

اس چھوٹی سی عمر میں میرے گھر کے زیادہ تر اوقات انہی دو بہنوں کے ساتھ گذرتے تھے،کیونکہ کپڑے بدلنے سے لیکر میرے نازنخرے اٹھانے تک یہی میری دیکھ بھال پر مامور تھیں،اس لئے ان کی صحبت نے بچپن کے اسی ابتدائی زمانے میں مجھ میں ادبی ذوق کا بیج ڈال دیا تھا جس کا کچھ مزید حال میں ان شاء اللہ تعالیٰ آگے ذکر کروں گا۔

ان کے بعد جناب محمد رضی عثمانی صاحب (رحمہ اللہ تعالی) تھے جو اُس وقت دارالعلوم دیوبند کے درجۂ فارسی میں پڑھتے تھے۔وہ طبعی طور پر بچوں سے نہ صرف بہت محبت کرتے تھے بلکہ ان کی نفسیات کی باریکیوں سے بھی خوب واقف تھے۔انہوں نے مجھے بہت سر چڑھا رکھا تھا، اور میری ہر خواہش کو پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ہم تین چھوٹے بھائی اُنہیں "بھائی رضی" کہتے تھے، اور اُس وقت میں اپنی تتلائی ہوئی زبان میں" بھائی لجی "! لیکن اگر کسی وقت وہ میرا کوئی مطالبہ پورا نہ کرسکتے، تو میں اُن سے ناراضی کا برملا اس طرح اظہار بھی کر دیتا تھا کہ اُنہیں خطاب کرتے ہوے بھائی کا لفظ حذف کر کے براہ راست اُن کا نام لے لیتا، اور غصے کے لہجے میں کہتا :"لجی" !۔

اُنہیں ایک مرتبہ یہ معلوم ہوگیا کہ میں کبوتر دیکھ کر بہت خوش ہوتا ہوں۔اُن کے ایک دوست نے جو حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، رحمۃ اللہ علیہ، کے بھتیجے تھے، کبوتر پال رکھے تھے، بھائی صاحب نے شاید اُن سے فرمائش کی ہوگی کہ وہ میرے لئے بھی ایک کبوتر لے آئیں۔چنانچہ ایک دن وہ اپنے ہاتھ میں کبوتر لے کر دروازے پر آئے۔بھائی صاحب مجھے لے کر خوشی خوشی دروازے پر گئے، اور میں نے جب کبوتر دیکھا، اور یہ معلوم ہوا کہ یہ میرے لئے آیا ہے تو میری خوشی کا کچھ ٹھکانا نہیں تھا، اور مجھے بچپن کی وہ خوشی اب تک یاد ہے۔

اللہ تعالیٰ بھائی صاحب کو اپنی مکمل مغفرت کا مورد بنائے۔وہ خود بھی اُس وقت کم عمر تھے۔کبھی کبھی مجھے خوش کرنے کیلئے وہ کاغذ پر مختلف تصویریں بناتے تھے۔ایک مرتبہ اُنہوں نے کاغذ پر ایک امرود، ایک لیموں، ایک چڑیا، ایک گدھے اور ایک کوّے کی تصویر بنادی۔شاید مجھے کسی طرح یہ معلوم ہوگیا تھا کہ جانوروں کی تصویر بنانے سے والد صاحبؒ ناراض ہوں گے۔لہٰذا جب کبھی میں اُن سے ناراض ہوتا، تو اُن کا نام لے کر خطاب کرتے ہوئے اُنہیں اپنی تتلائی ہوئی زبان میں کہتا:"املود، نیموں، چلیا، ددھا، توّا (امرود، لیموں، چڑیا، گدھا، کوّا) شاید اس میں یہ دھمکی پنہاں ہوتی تھی کہ اگر آپ نے مجھے راضی نہ کیا، تو میں والد صاحبؒ سے شکایت کر دوں گا کہ انہوں نے چڑیا، گدھے اور کوّے کی تصویر بنائی تھی۔رفتہ رفتہ یہ میری گالی بن گئی اور صرف اُنہی سے نہیں بلکہ جس کسی سے مجھے کوئی ناراضگی ہوتی تو میں اُسے غصے کے لہجے میں یہی کہتا :"املود، نیموں، چلیا، ددھا، توّا" یہ میری بدترین گالی تھی جو میں کسی

بچے سے لڑائی کے دوران اُس کو دیا کرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ بھائی رضی صاحب پر اپنی مغفرت ورضوان کی بارش برسائے، مجھ سے ان کے عشق کا عالم یہ تھا کہ جب حضرت والد صاحب، رحمۃ اللہ علیہ، کو شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، قدس سرہ، کی جگہ بخاری شریف پڑھانے کے لئے دارالعلوم ڈابھیل بلایا گیا، تو حضرت والد صاحبؒ اُنہیں بھی اپنے ساتھ ڈابھیل لے گئے۔ ڈابھیل میں کئی مہینے قیام رہا۔ اس دوران وہ میری یاد میں بہت افسردہ رہتے اور انہوں نے "البلاغ" میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر جو مضمون لکھا ہے اُس میں وہ لکھتے ہیں:

> احقر ان دنوں قرآن کریم ناظرہ پڑھتا تھا، اور وہیں درجۂ قرآن میں داخلہ لے لیا تھا۔ مدرسے سے چھٹی کے بعد اکثر خاموش خاموش رہتا تھا۔ نہ کھانے میں دل تھا، اور نہ کسی اور کام میں۔ اور اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ آج کے مولانا محمد تقی عثمانی مدیر البلاغ اُس وقت دو یا اڑھائی سال کے تھے، اور احقر کو ان سے اس قدر محبت اور تعلق خاطر تھا کہ دیو بند میں ایک گھنٹہ بھی اُس سے علیحدہ رہنا شاق گذرتا تھا، چنانچہ ڈابھیل میں بھی ہر وقت بس وہی یاد آتے رہتے اور جب کوئی اور بس نہ چلتا تو مدرسے کے در و دیوار پر اُن کا نام لکھتا رہتا تھا۔ (مفتیٔ اعظم نمبر ۲: ۱۰۴۴)

بھائی صاحب کی ایک بڑی قربانی یہ تھی کہ پاکستان ہجرت کے بعد ہم سب بھائی تو چھوٹے تھے، اور حضرت والد صاحبؒ کا ہاتھ نہیں بٹا سکتے تھے، وہی تنہا ایسی عمر میں تھے کہ کسی معاشی سرگرمی میں ان کے کام آ سکیں، چنانچہ وہ ابتدائی تعلیم کے بعد والد صاحبؒ کے تجارتی کتب خانے دارالاشاعت کے ناظم بن کر اسی کے لئے وقف ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تعلیم آگے جاری نہ رکھ سکے، لیکن اپنے مطالعے کے ذوق سے بفضلہ تعالیٰ انہوں نے اپنی معلومات میں اضافے کا سلسلہ آخر وقت تک جاری رکھا، اور عملی زندگی میں وہ دینی معلومات کے اعتبار سے بھی بہت سوں کے لئے قابل رشک تھے۔ حرمین شریفین کی حاضری کا بڑا ذوق تھا، اور تقریباً ہر سال نہایت والہیت کے ساتھ حج یا عمرے کے لئے جانے کا معمول تھا۔

پھر ساتویں نمبر پر جناب محمد ولی رازی صاحب مدظلہم ہیں وہ دارالعلوم دیو بند میں قرآن کریم حفظ کر رہے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت وفطانت، حاضر جوابی اور ظرافت طبع کے خداداد اوصاف عطا

فرمائے ہیں وہ جب شعر وشاعری کے کوچے میں داخل ہوئے، تو اس میں بھی امتیاز حاصل کیا، تدریس کے شعبے میں گئے، تو کراچی گرامر اسکول اور کراچی یونی ورسٹی میں اسلامیات پڑھانے کے دوران انہوں نے بہت سے لوگوں کی زندگیاں بدلیں۔ انگریزی میں ایم اے کیا، تو اس صلاحیت سے متعدد دینی کتابوں کے انگریزی ترجمے کی خدمت انجام دی۔ "بائبل سے قرآن تک "اور مرزائیوں کے بارے میں "امت مسلمہ کا موقف " کا انگریزی ترجمہ انہی کے قلم سے ہوا ہے۔البلاغ انگریزی اب بھی انہی کی ادارت میں نکلتا ہے۔ان کی ذہانت وفطانت کا شاہکار ان کی تالیف "ہادئ عالم صلی اللہ علیہ وسلم " اب شہرۂ آفاق ہوچکی ہے۔اس کتاب میں انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری سیرت اس اہتمام سے لکھی ہے کہ اس میں کوئی لفظ نقطوں والا استعمال نہیں ہوا، تقریباً چار سو صفحات کی یہ سیرت نقطوں سے خالی ہے۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اسے عالمی ریکارڈ کہا جائے تو غلط نہیں ہوگا۔ نقطوں کے بغیر اردو میں کوئی لمبی تحریر، خاص طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ لکھنا کتنا مشکل کام ہے، اس کی کچھ تفصیل میں نے اس کتاب کے مقدمے میں بیان کی ہے۔لیکن انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق سے یہ کارنامہ چند مہینوں میں انجام دیا، اور ایک ریکارڈ قائم کردیا۔ ان کی اور بھی بہت سی کتابیں اور مضامین ان کی وسعت مطالعہ اور علمی، دینی اور ادبی ذوق کی آئینہ دار ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انہیں انتہائی متواضع اور سادگی کا پیکر بنایا ہے۔نام ونمود سے کوسوں دور رہ کر وہ اب بھی اپنے مضامین کے ذریعے علم ودین کی خدمت انجام دیتے رہتے ہیں۔

آٹھویں نمبر پر میرے بڑے بھائی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی مدظلہم مجھ سے سات سال بڑے ہیں، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمیں بچپن سے آج تک اس طرح ساتھ رکھا ہے کہ نہ صرف گھر کے ماحول میں، بلکہ دینی اور ملکی حلقوں میں بھی ہم دونوں کے نام ایک ساتھ لازم وملزوم کی طرح لئے جاتے رہے ہیں۔ہم سب بہن بھائیوں میں مجھے سب سے طویل رفاقت کا اعزاز انہی کے ساتھ حاصل ہوا جس سے میں نے بہت کچھ سیکھا، مگر طبیعت کے بے ڈھنگ انداز نے اس پر عمل کرنے میں بکثرت رکاوٹ پیدا کی، وہ نہایت منظم اور بااصول زندگی کے حامل، اور میں بدحواس اور بے ڈھنگ، وہ ہر کام اطمینان اور وقار سے کرنے کے عادی، اور میں جلد باز، ان کے گھر سے لیکر دفتر تک ہر چیز باقرینہ،

اور میں بدسلیقہ، غرض میری ان بے وقوفیوں کو انہوں نے جس صبر وضبط کے ساتھ برداشت کیا، یہ انہی کا حوصلہ ہے، یہ اختلاف طبائع جس کا قابل اعتراض حصہ یقیناً میرے بے ہنگم انداز زندگی ہی کی وجہ سے تھا، اسے ان کے تحمل اور بڑائی نے کبھی قابل ذکر ناگواری میں تبدیل ہونے نہیں دیا، اور اس میں انہی کی بڑائی کا سب سے زیادہ دخل ہے کہ تعلیم کے زمانے سے لے کر تدریس، افتاء اور پھر ملکی معاملات تک مجھے الحمدللہ تعالیٰ ان کے ساتھ تقریباً پوری ہم آہنگی کے ساتھ ان سے استفادے کا موقع ملا، اور ہمیشہ ان کی شفقت میسر آئی۔۔ علماء کرام نے انہیں حضرت مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد "مفتیٔ اعظم پاکستان" کا لقب دیا، اور ان کی اردو عربی تصانیف، فتاویٰ اور ان کے دروس کی منضبط، واضح اور جچی تلی تقریریں اور ان کے مواعظ اس لقب کی صحت پر شاہد عدل ہیں۔ آج پاکستان میں جب سنجیدہ، صاحب رائے، معتدل اور مخلص علماء کی کوئی فہرست بنتی ہے، تو الحمدللہ ان کا نام نامی سرفہرست ہوتا ہے۔ دارالعلوم کی تعمیر وترقی کے لئے انہوں نے اپنی جسمانی اور ذہنی توانائی جس طرح وقف کی، آج دارالعلوم کے در و دیوار اور اس کا ایک ایک نشیب وفراز اس کی گواہی دے رہا ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ دارالعلوم کی تمام عمارتیں، ایک دو کو چھوڑ کر سب براہ راست ان کی نگرانی میں بنیں، اور ان کی ایک ایک اینٹ پر انہوں نے بذات خود محنت فرمائی ہے، تو غالباً اس میں مبالغہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایۂ رحمت بعافیت تمام ہم پر سلامت رکھے، وہ صرف میرے لئے نہیں، پورے خاندان اور پورے دارالعلوم کے لئے ایک شفیق باپ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ملک وملت کے مقاصد میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود اشرف عثمانی

نماز جنازہ کے مسنون اذکار

کسی بھی مسلمان کے انتقال کے بعد قریب ترین لوگوں کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ مرحوم کے غسل، کفن، نماز جنازہ اور قبر کا مناسب انتظام کریں اور اس سلسلہ میں شریعت کے ان احکام کی پیروی کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث شریفہ میں ثابت ہیں۔ مرنے والا مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا بچہ، بالغ ہو یا نابالغ، جوان ہو یا پیدا ہو کر دنیا میں ایک دو سانس لینے والا بچہ ہو، نیک انسان ہو یا بظاہر گنہگار ہو، ان سب مسلمانوں کا اور مسلمانوں کے زندہ پیدا ہونے والے بچوں کا یہی حکم ہے کہ جس مسلمان نے دنیا میں کچھ بھی وقت گذارا خواہ عمر لمبی ہو یا زندہ ہو کر ایک دو سانس لئے ہوں انہیں غُسل بھی دیا جائے گا، کفن بھی پہنایا جائے گا، (البتہ جو شخص شہید حقیقی ہو وہ غُسل سے مستثنیٰ ہے اور اس کا کفن بھی مختصر ہے۔ جس کا مسئلہ دینی کتابوں مثلاً بہشتی زیور میں دیکھا جاسکتا ہے) مسلمان کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور سنت کے مطابق تدفین کی جائے گی۔ (۱) غسل، (۲) تکفین، (۳) نماز جنازہ اور (۴) تدفین یہ مرحوم کا حق ہے۔ جو لازماً ادا کرنا ہے یہ سب کچھ، قریب کے لوگوں کی شرعی ذمہ داری ہے اور قریب کے تمام مسلمانوں پر یہ فرض کفایہ ہے۔ فرض کفایہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر قریب کے یا علاقہ کے کچھ مسلمان یہ چاروں کام کرلیں تو فرض ادا ہوجائے گا۔ لیکن اگر کسی نے بھی یہ فریضہ سرانجام نہیں دیا تو سارے مسلمان گنہگار ہوں گے۔

ان چار کاموں میں سے غُسل دینا، اور تکفین یعنی کفن پہنانا تو نماز جنازہ کی تیاری کے لئے بطور شرط ہے اصل نماز جنازہ ہے جس کے بغیر مسلمان میت کو دفنانا جائز نہیں ہے۔

نماز جنازہ

نماز جنازہ میں نہ رکوع ہوتا ہے نہ سجدہ، نہ تلاوت قرآن، بلکہ نماز جنازہ چار تکبیروں کا نام ہے اسی لئے اگر کسی مسلمان میت پر چار تکبیریں کہہ لی جائیں تو اس کی نماز جنازہ ادا ہو جاتی ہے اگر چہ تکبیروں کے بعد کچھ پڑھنا بھول جائے۔ لیکن اگر چار تکبیریں ہی نہیں کہیں تو نماز جنازہ درست نہیں ہوگی۔ یہ چار تکبیریں کہنا امام کے لئے بھی ضروری ہے اور نماز جنازہ پڑھنے والے مقتدیوں کے لئے بھی اپنی زبان سے چار تکبیریں کہنا فرض ہے۔ یہ چار تکبیریں اسی طرح فرض ہیں جیسے ظہر عصر اور عشاء میں فرض نماز کی چار رکعتیں۔ اس لئے نماز جنازہ پڑھنے والے ہر شخص کو اپنی زبان سے یہ چار تکبیریں کہنی لازم ہیں البتہ امام بلند آواز سے تکبیر کہتا ہے جبکہ مقتدی آہستہ آواز سے چار تکبیریں کہیں گے۔۔۔ فقہ حنفی کے مطابق صرف پہلی تکبیر کہتے وقت امام اور مقتدی کانوں تک ہاتھ اٹھائیں گے لیکن دوسری، تیسری اور چوتھی تکبیر کے وقت ہاتھ نہیں اٹھائے جائیں گے۔

نوٹ: نماز جنازہ پڑھنے والے بعض حضرات امام کی تکبیرات کے بعد ثنا درود شریف، دعا تو پڑھ لیتے ہیں مگر خود تکبیر نہیں کہتے ان کی نماز جنازہ درست نہیں ہوتی امام کے ساتھ ہر مقتدی کو نماز جنازہ میں اپنی زبان سے چار تکبیریں کہنا ضروری ہے۔

نماز جنازہ کا طریقہ

دوسری نمازوں کی طرح نماز جنازہ میں بھی غُسل اور وضوء یا تیمّم ہونا ضروری ہے، اسی طرح کپڑوں کا پاک ہونا، اور جس جگہ پر آپ کھڑے ہوں اس کا پاک ہونا اور قبلہ رُخ ہونا ضروری ہے۔

(۱) نماز جنازہ کی چار تکبیروں میں سے پہلی تکبیر کہنے کے بعد ثنا یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا (تعریف) کے کلمات کہنا سنت ہے، یوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد پر مشتمل عربی ماثور کلمات میں سے کوئی بھی پڑھے جاسکتے ہیں لیکن عام نمازوں میں پڑھی جانے والی ثنا بہتر ہے وہ سب کو یاد بھی ہوتی ہے اور حدیث سے ثابت ہے جو یہ ہے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَتَبَارَکَ اسْمُکَ وَتَعَالٰی جَدُّکَ وَلاَ اِلٰہَ غَیْرُکَ

ترجمہ: اے اللہ میں آپ کی حمد کے ساتھ آپ کی پاکی بیان کرتا ہوں آپ کا نام بہت بابرکت ہے، آپ کی شان بلند ہے اور آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

واضح رہے کہ نماز جنازہ میں قراءت نہیں ہوتی اس لئے قرآن نہیں پڑھا جاتا لیکن اگر کوئی شخص سورۂ فاتحہ کو ثنا کی جگہ بطور حمد پڑھنا چاہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ (اعلاء السنن ج ۸ ص ۲۱۴)

(۲) دوسری تکبیر کے بعد درود شریف پڑھنا سنت ہے، اس میں بھی اگرچہ کوئی سا درود شریف پڑھا جاسکتا ہے لیکن نماز والا درود۔ یعنی درود ابراہیمی جو ہم سب نماز کے آخری قعدہ میں پڑھتے ہیں۔ پڑھنا زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

(۳) تیسری تکبیر کے بعد مرحوم میت کے لئے دعائے مغفرت کی جاتی ہے اور نماز جنازہ کا اصل مقصد بھی مرحوم کے لئے مغفرت ورحمت کی دعا کرنا ہے۔ اس لئے دل لگا کر اور اخلاص اور اہتمام کے ساتھ میت کے لئے دعا کرنی چاہئے اس میں کوئی کوتاہی نہ کریں۔ اگر ہم اور آپ دوسروں کی نماز جنازہ میں دل لگا کر میت کے لئے دعا کریں گے تو امید ہے کہ جب ہم میت ہوں گے تو دوسرے بھی دل لگا کر ہماری مغفرت کے لئے دعا کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رشاد ہے:

اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی الْمَیِّتِ فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ. (رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ)

ترجمہ: جب تم میت پر نماز پڑھو تو خلوص کے ساتھ اس کے لئے دعا کیا کرو (مشکوۃ، مرقاۃ ص ۵۹ ج ۴)

(۴) چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف دائیں بائیں سلام پھیرا جاتا ہے یعنی دونوں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر نماز ختم کردی جاتی ہے۔

نوٹ: یہ طریقہ تو بالغ مسلمان مرد یا بالغ مسلمان عورت کی نماز جنازہ کا ہے لیکن اگر بچہ یا بچی نابالغ ہو اور انتقال کر جائے تو اس کی نماز جنازہ میں تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھنی چاہئے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا

ترجمہ: اے اللہ اس میت (مرحوم بچہ، بچی) کو ہمارے لئے آگے جانے والا، آگے جاکر انتظام کرنے والا بنادے۔ اسے ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ بنادیں، اسے ہمارے لئے سفارش کرنے والا بنادے اور اس کی سفارش ہمارے حق میں قبول فرما۔

تیسری تکبیر کے بعد کی مختلف مسنون دعائیں

احادیث شریفہ سے نماز جنازہ کی تیسری تکبیر کے بعد کئی مسنون دعائیں ثابت ہیں ان میں سے کوئی بھی پڑھی جاسکتی ہے بلکہ تیسری تکبیر کے بعد ایک سے زیادہ دو، تین، چار دعائیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔ احادیث سے جو دعائیں ثابت ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(الف) اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا ، وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا ، وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا ، وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا ، اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ، وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْاِيْمَانِ .اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ وَ لَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ (رواه احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجه الخ راجع مشكوة . مرقاة ص ٦٠ ج ۴)

ترجمہ: اے اللہ ہمارے زندہ، مردہ، موجود، غائب، ہمارے چھوٹے، ہمارے بڑے، ہمارے مرد، ہماری عورتوں سب کی مغفرت فرما۔ اے اللہ ہم میں سے جسے زندہ رکھیں اسے اسلام پر زندہ رکھیں (یعنی اچھے اعمال کی توفیق عطا فرما) اور ہم

میں سے جسے موت دیں اسے ایمان پر موت عطا فرما (یعنی موت کے وقت اس کا عقیدہ درست ہو) اے اللہ اس مرحوم کے ثواب سے ہمیں محروم نہ فرما اور اس کے بعد ہمیں آزمائش میں نہ ڈالئے۔

(ب) وَعَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ :

"اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ ذِمَّتِکَ وَحَبْلِ جِوَارِکَ فَقِهٖ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَأَنْتَ أَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ "(رواہ ابوداؤد وابن ماجة ،مشکوۃ المصابیح. مرقاۃ ص ۶۱/۶۰ ج ۴)

ترجمہ: حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں میں سے ایک صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی تو میں نے سنا[1] تو آپ یہ دعا فرما رہے تھے:

"اے اللہ یہ فلاں بن فلاں آپ کی امانت ہے اور آپ کے سپرد ہے، اے اللہ اسے قبر کی آزمائش اور آگ کے عذاب سے بچا، آپ وعدہ کو پورے کرنے والے اور حق کا فیصلہ کرنے والے ہیں اے اللہ اس کی مغفرت فرمادے۔ اس پر رحم فرما بے شک آپ بخشنے والے رحم فرمانے والے ہیں۔"

(ج) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

(۱) نماز جنازہ کے سارے اذکار سرّی ہیں یعنی زبان سے آہستہ آواز سے پڑھے جائیں گے۔ زور سے پڑھنا درست نہیں، البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعلیم کے لئے کچھ آواز سے کلمات پڑھ لیتے تھے تاکہ صحابہؓ کو پتہ چل جائے اور بہت قریب کے مقتدی صحابہ اسے سن لیتے تھے۔ ۱۲م

ایک مرتبہ نماز جنازہ پڑھائی تو میں نے سنا آپ نے یہ دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ ، وَاَكْرِمْ نُزُلَهُ ، وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ ، وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ، وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ ، وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهٖ ، وَأَهْلاً خَيْرًا مِنْ أَهْلِهٖ ، وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهٖ ، وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ ، وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ (مسلم ، ترمذی ، نسائی، جامع الأصول ص ٢٢ ج ٦)

ترجمہ: "اے اللہ اس کی مغفرت فرما، اس پر رحم فرما، اسے عافیت عطا فرما، اس سے درگذر فرما، اس کی باعزت مہمانی فرما، اس کی جگہ کشادہ فرما، اسے پانی، برف اور اولوں سے دھودے (پاک صاف فرما) اسے خطاؤں سے اس طرح صاف کردے جیسے سفید کپڑے سے میل صاف کردیا جاتا ہے۔ اس کے گھر کے بدلہ اس سے بہتر گھر عطا فرما، اس کے گھر والوں کے بدلہ بہتر گھر والے عطا فرما، اس کے رفیق زندگی سے بہتر رفیق زندگی عطا فرما، اسے جنت میں داخل فرمادے اور اسے قبر کے عذاب اور آگ کے عذاب سے اپنی پناہ عطا فرما"۔

اس حدیث کے راوی حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دعا سن کر مجھے تمنا ہوئی کہ کاش میں اس میت کی جگہ میں ہوتا۔ (جامع الاصول حوالہ مذکورہ بالا)

(د) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ میں یہ دعا پڑھی:

اَللّٰھُمَّ أَنْتَ رَبُّهَا ، وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا ، وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْاِسْلَامِ ، وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَأَنْتَ أَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا ، جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْ لَهٗ

اے اللہ! آپ اس (میت) کے رب ہیں، آپ نے اسے پیدا کیا تھا، آپ ہی نے اسے اسلام کی ہدایت عطا کی تھی، اور آپ نے اس کی روح قبض کی ہے۔ آپ ہی اس کے کھلے چھپے کو زیادہ جاننے والے ہیں۔ ہم سفارش کرنے آئے ہیں، آپ اس کی مغفرت فرمادیں۔ (ابوداؤد۔ مشکوۃ عربی ص ۱۴۷)

نوٹ: (۱) بعض لوگوں کو نماز جنازہ کی کوئی بھی دعا یاد نہیں ہوتی، انہیں چاہئے کہ نماز جنازہ کی مسنون دعا یاد کریں البتہ جب تک یاد نہ ہو رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ (اے پروردگار! مغفرت فرما اور رحم فرما اور آپ رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر ہیں) پڑھتے رہا کریں کیونکہ نماز جنازہ کا اصل مقصود دعاء مغفرت ہی ہے۔

(۲) لوگ نماز جنازہ، اس توجہ اور اہتمام سے ادا نہیں کرتے جس طرح ادا کرنی چاہئے اور نماز جنازہ میں میت کے لئے دعا جس طرح دل لگا کر کرنی چاہیے اس طرح نہیں کرتے بلکہ بے دلی سے رٹے ہوئے کلمات پڑھ لیتے ہیں حالانکہ دعا رٹے ہوئے کلمات پڑھنے کا نام نہیں ہے بلکہ دل سے مانگنے کا نام ہے، اس لئے نماز جنازہ میں ثنا، درود شریف اور خاص طور پر مرحوم / مرحومہ کی مغفرت کی دعا اہتمام سے اور دل لگا کر کرنی چاہئے تاکہ میت کی بھی مغفرت ہو اور نماز جنازہ پڑھنے والے کو بھی پورا ثواب ملے۔ پھر امید کی جاسکتی ہے کہ یہ نماز جنازہ پڑھنے والا جب مرے اور اس کی نماز جنازہ ادا کی جارہی ہو تو دوسرے لوگ بھی اس کی مغفرت اور اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لئے دل سے دعا کریں۔ اور اس کی بھی مغفرت ہوجائے لہٰذا ہر میت کے لئے دل لگا کر دعا کرنی چاہئے۔

(۳) نماز جنازہ میت کے لئے دعا ہی دعا ہے اور نماز جنازہ سے فارغ ہوکر پھر دوبارہ اجتماعی دعا کرنے کا کوئی شرعی ثبوت نہیں ہے۔ اس لئے نماز جنازہ کے بعد اجتماعی دعا نہ کی جائے البتہ ہر شخص میت کے لئے انفرادی طور پر وقتاً فوقتاً دل اور زبان سے مغفرت کی دعا کا اہتمام کرتا رہے اور ایصال ثواب کی بھی کوشش کی جائے۔

(۴) میت کے لئے تین کام کرتے رہنا چاہئے

الف: میت کے لئے دعاءِ مغفرت: جس کا ثبوت قرآن کریم[1] کی کئی آیات اور بہت ساری احادیث شریفہ سے ہے۔ لہٰذا مرحوم / مرحومہ کے لئے دعاءِ مغفرت کا سب سے زیادہ اہتمام کرنا چاہئے۔ مغفرت کی ان دعاؤں کا کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا، نماز جنازہ خود اس کا ثبوت ہے کہ زندہ لوگوں کی دعا سے میت کی مغفرت ہوسکتی ہے اور زندہ لوگوں کی دعا سے مرحوم کو فائدہ ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ سمجھنا کہ زندہ کے عمل کا مردہ کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا بالکل بے بنیاد خیال اور باطل تصوّر ہے۔ زندہ کی دعائے مغفرت مرحوم کے لئے مفید ہی مفید ہے۔

ب: میت کے لئے مالی ایصال ثواب: یعنی مال صدقہ کر کے مرحوم / مرحومہ کو اس کا ثواب پہنچانا، احادیث سے اس کا بھی ثبوت ہے اور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ مالی صدقہ سے مرحوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ خصوصاً صدقہ جاریہ یعنی جس کا ثواب طویل عرصہ پہنچتا رہے زیادہ افضل ہے۔

ج: تلاوت، ذکر اللہ اور نفلی عبادات کر کے اس کا ایصال ثواب کرنا: یہ تیسرا کام ہے اور راجح اقوال کے مطابق یہ بھی برحق ہے اس کا بھی ثواب پہنچتا ہے۔

البتہ ترتیب میں "الف" اور "ب" کو مقدم رکھنا چاہئے اور "ج" کو تیسرے درجہ میں رکھنا بہتر ہے۔ ہمارے معاشرے میں تیسری صورت زیادہ رائج ہے لیکن دعاءِ مغفرت اور مالی ایصال ثواب کا اتنا اہتمام نہیں ہوتا۔ حالانکہ ان دونوں کا اہتمام زیادہ کرنا چاہئے اور اپنے مرحوم پیاروں کو ان کے مرنے کے بعد فراموش نہیں کرنا چاہئے، ان کے لئے دعاءِ مغفرت اور مالی اور بدنی ایصال ثواب کا روزانہ اہتمام کرنا چاہئے۔
(واللہ تعالیٰ ھو الموفّق)

☆☆☆

---

(۱) مثلاً قرآن مجید میں ہے: رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ۔ اے ہمارے پروردگار ہماری بھی مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی جو ایمان کے ساتھ سبقت لے جاچکے ہیں۔ (سورۃ الحشر) اسی طرح رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ (سورۂ ابراہیم) اور دوسری دعائیں جو قرآن مجید میں پڑھی جاسکتی ہیں۔

تحریر: حضرت مولانا رشید اشرف سیفی صاحب مدظلہم

مالیات اور مدارس

(تیسری قسط)

اساتذہ و کارکنان کی تنخواہیں اور گریڈنگ:

اساتذہ اور ملازمین کی تنخواہوں کے تعین میں گریڈ سسٹم ہونا مناسب ہے بلکہ ضروری ہے، حالات کی روشنی میں گریڈنگ اس لائن کے ماہرین سے حسبِ ضرورت و مصلحت کرائی جاسکتی ہے۔

گریڈنگ کی صورت میں ناخواندہ غیر تجربہ کار خادم کا گریڈ کچھ اور ہوگا اور خواندہ یا تجربہ کار کا کچھ اور، ناظرہ قرآن کریم کے استاذ کا گریڈ کچھ اور ہوگا اور حفظِ قرآن کریم کے استاذ کا کچھ اور، مدرسہ ابتدائیہ کے استاذ کا گریڈ کچھ اور ہوگا اور مرحلہ متوسطہ کے اساتذہ کا کچھ اور، تربیت یافتہ اساتذہ کا گریڈ کچھ اور ہوگا اور غیر تربیت یافتہ کا کچھ اور، متوسط تعلیم یافتہ اساتذہ کا گریڈ کچھ اور ہوگا اور اعلیٰ تعلیم سے آراستہ اساتذہ کا گریڈ کچھ اور، غرض گریڈ سسٹم میں خواندہ ناخواندہ، تربیت یافتہ غیر تربیت یافتہ اور تجربہ کار، غیر تجربہ کار وغیرہ تمام امور کو حسبِ مراتب ملحوظ رکھا جائیگا۔

گریڈ کی تشکیل اور گریڈوں کے تعین کی بڑی اہمیت ہے، گریڈ کی تشکیل کے وقت سالانہ ترقی کے اسکیل کا تعین بھی ضروری ہے۔

گریڈوں کا ایک نمونہ:

گریڈ برائے منتظمین و اساتذہ و کارکنان (نام مدرسہ) مع متعلقہ تفصیلات

گریڈ نمبر	اسکیل	مدت گریڈ	تفصیلات علمی اور فنی استعداد، تجربہ [۱]، منصب، کام کی نوعیت اور متعلقہ امور
گریڈ نمبر۱	۶۰۰۰/۷۵۰-۹۷۵۰/ ۱۲۰۰-۱۵۷۵۰/ ۱۹۰۰-۲۵۲۵۰/ ۳۱۰۰-۴۰۷۵۰	۲۰ سال	ناخواندہ، غیر تجربہ کار، بے ہنر کارکنان مثلاً خاکروب، چپراسی، چوکیدار، خادم (مثلاً درسگاہوں کا خادم، دار الاقامہ کا خادم، مرکزِ صحت کا خادم، محاسبی کا خادم، لائبریری کا خادم اور خادمِ مسجد وغیرہ)، معینِ خباز، معینِ طباخ، معینِ مالی (غیر تجربہ کار)

[۱] ہر گریڈ میں ''تجربہ'' سے اسی کام کا تجربہ مراد ہے جس کیلئے گریڈ مقرر کیا گیا ہے اور ضابطے میں ''تجربہ'' اور ''استعداد'' وہی شمار ہوگی جو حسنِ کارکردگی اور قابلِ اطمینان دیانت داری کے ساتھ ہو۔

گریڈ نمبر	اسکیل	مدت گریڈ	تفصیلات علمی اور فنی استعداد، تجربہ[1] منصب، کام کی نوعیت اور متعلقہ امور
گریڈ نمبر۲	۷۶۲۵ / ۹۵۰ - ۱۲۳۷۵/ ۱۶۳۰ - ۲۰۵۲۵ / ۲۵۰۰ - ۳۳۰۲۵ / ۴۰۰۰ / ۵۳۰۲۵	۲۰ سال	(۱) اساتذۂ کرام مدرسہ ابتدائیہ (پرائمری)، میٹرک، تربیت یافتہ، پی ٹی سی کم از کم ایک سالہ تجربہ کار۔ (۲) حافظ، قاری یا عالم قاری برائے مدرسہ ابتدائیہ (پرائمری) و مکاتبِ قرآنیہ جو رات کو اپنا وقت نہیں دیتے ہیں۔ (۳) اساتذۂ کرام مرحلہ متوسطہ (مڈل) جوائنٹر، تربیت یافتہ (سی ٹی) غیر تجربہ کار۔ (۴) مؤذن جو خادمِ مسجد بھی ہو۔ (۵) خواندہ یا پانچ سالہ تجربہ کار چپراسی، چوکیدار، مددگار مالی اور دوسرے ہنر مند کارکنان مثلاً خباز، معینِ طباخ۔ (۶) لیبارٹری اٹینڈنٹ ۵ سالہ تجربہ کار، ڈسپنسر۔ (۷) ڈرائیور (لائسنس یافتہ غیر تجربہ کار)۔
			[1] ہر گریڈ میں "تجربہ" سے اسی کام کا تجربہ مراد ہے جس کیلئے گریڈ مقرر کیا گیا ہے اور ضابطے میں "تجربہ" اور "استعداد" وہی شمار ہوگی جو حسنِ کارکردگی اور قابلِ اطمینان دیانت داری کے ساتھ ہو۔

گریڈ نمبر	اسکیل	مدت گریڈ	تفصیلات علمی اور فنی استعداد، تجربہ[۱] منصب، کام کی نوعیت اور متعلقہ امور
گریڈ نمبر۳	۹۵۰۰ / ۱۱۷۵ - ۱۵۳۷۵ / ۱۸۵۰ - ۲۴۶۲۵ / ۳۰۰۰ - ۳۹۶۲۵ / ۵۰۰۰ - ۶۴۶۲۵	۲۰ سال	(۱) حافظ قاری یا عالم قاری برائے مدرسہ ابتدائیہ و مکاتبِ قرآنیہ (جو رات کو اپنا وقت نہیں دیتے) کم از کم ۵ سالہ تجربہ کار (۲) اساتذۂ کرام مرحلہ متوسطہ (مڈل) جو انٹر، تربیت یافتہ (سی. ٹی) ۵ سالہ تجربہ کار ہوں۔ (۳) معینِ خباز معینِ طباخ، (جو اصل کی غیر موجودگی میں اس کا کام چلا سکتا ہو)۔ (۴) مالی (۵ سالہ تجربہ کار)۔ (۵) ڈرائیور (لائسنس یافتہ، ۵ سالہ تجربہ کار)۔ (۶) محرّر (کلرک) محصّل چندہ، کمپاؤنڈر سرٹیفکیٹ یافتہ (غیر تجربہ کار)۔ (۷) لیب اسسٹنٹ (انٹر سائنس، ۵ سالہ تجربہ کار)۔

[۱] ہر گریڈ میں ''تجربہ'' سے اسی کام کا تجربہ مراد ہے جس کیلئے گریڈ مقرر کیا گیا ہے اور ضابطے میں ''تجربہ'' اور ''استعداد'' وہی شمار ہوگی جو حسنِ کارکردگی اور قابلِ اطمینان دیانت داری کے ساتھ ہو۔

گریڈ نمبر	اسکیل	مدت گریڈ	تفصیلات علمی اور فنی استعداد، تجربہ[1] منصب، کام کی نوعیت اور متعلقہ امور
گریڈ نمبر۴	۱۱۲۵۰ / ۱۳۷۵ - ۱۸۱۲۵ / ۲۴۰۰ - ۳۰۱۲۵ / ۳۷۰۰ - ۴۸۶۲۵ / ۶۰۰۰ - ۷۸۶۲۵	۲۰ سال	(۱) حافظ قاری درجہ حفظ غیر تجربہ کار (بشرطیکہ رات کو بھی طلبہ کو سبق یا آموختہ / یاد کراتے ہوں)۔ (۲) صرف قاری بروایتِ حفص سند یافتہ، برائے قرأت وتجوید، غیر تجربہ کار۔ (۳) مدرسہ ثانویہ یا مرحلہ متوسطہ کے اساتذہ جو فاضلِ درسِ نظامی (غیر تجربہ کار) ہوں۔ (۴) مدرسہ ثانویہ یا مرحلہ متوسطہ کے اساتذہ جو بی.اے یا بی.ایس.سی، تربیت یافتہ (بی.ایڈ) غیر تجربہ کار ہوں۔ (۵) محرّر (کلرک) ۵ سالہ تجربہ کار۔ (۶) کمپاؤنڈر (۵ سالہ تجربہ کار)۔ (۷) ٹائپسٹ انگریزی۔ ٹائپسٹ یا کمپیوٹر آپریٹر جو عربی، اردو، اور انگریزی تینوں زبانوں میں ٹائپنگ/کمپوزنگ کرسکے۔ (غیر تجربہ کار)۔
			[1] ہر گریڈ میں ''تجربہ'' سے اسی کام کا تجربہ مراد ہے جس کیلئے گریڈ مقرر کیا گیا ہے اور ضابطے میں ''تجربہ'' اور ''استعداد'' وہی شمار ہوگی جو حسنِ کارکردگی اور قابلِ اطمینان دیانت داری کے ساتھ ہو۔

گریڈ نمبر	اسکیل	مدت گریڈ	تفصیلات علمی اور فنی استعداد، تجربہ[1] منصب، کام کی نوعیت اور متعلقہ امور
گریڈ نمبر۵	۱۳۱۲۵ / ۱۶۲۵ - ۲۱۲۵۰ / ۲۶۰۰ - ۳۴۲۵۰ / ۴۵۰۰ - ۵۶۷۵۰ / ۷۰۰۰ - ۹۱۷۵۰	۲۰ سال	(۱) حافظ قاری برائے درجہ حفظ (کم از کم ۵ سالہ تجربہ کار)۔ (۲) صرف قاری بروایتِ حفص سند یافتہ، برائے درجہ قرأت و تجوید (۵ سال تجربہ کار)۔ (۳) مدرسہ ثانویہ یا مرحلہ متوسطہ کے اساتذۂ کرام (جن کی علمی و فنی استعداد پچھلے گریڈ میں بیان ہوئی ہے) ۵ سالہ تجربہ کار۔ (۴) اساتذۂ کرام مرحلہ ثانویہ عامہ، فاضلین درسِ نظامی و متخصص، غیر تجربہ کار، (تخصص نہ کیا ہو تو ۳ سالہ تجربہ کار رہنا ضروری ہے)۔ (۵) رفیق دار الافتاء؛ فاضلِ تخصص فی الافتاء۔ (۶) محرّر (کلرک)، محصّل چندہ (ممتاز تجربہ و صلاحیت کے حامل)۔ (۷) ٹائپسٹ یا کمپیوٹر آپریٹر جو عربی، اردو، اور انگریزی تینوں زبانوں میں ٹائپنگ رکمپوزنگ کر سکے۔ (۵ سالہ تجربہ کار). (۸) کیشئر، انٹر کام، غیر تجربہ کار۔ (۹) اکاؤنٹ کلرک، انٹر کام، غیر تجربہ کار۔ (۱۰) خباز، طباخ، (جو ادارہ کی روزمرہ ضرورت کا کھانا اچھا پکا سکتا ہو)۔
			[1] ہر گریڈ میں ''تجربہ'' سے اسی کام کا تجربہ مراد ہے جس کیلئے گریڈ مقرر کیا گیا ہے اور ضابطے میں ''تجربہ'' اور ''استعداد'' وہی شمار ہوگی جو حسنِ کارکردگی اور قابلِ اطمینان دیانت داری کے ساتھ ہو۔

گریڈ نمبر	اسکیل	مدت گریڈ	تفصیلات علمی اور فنی استعداد، تجربہ[۱]، منصب، کام کی نوعیت اور متعلقہ امور
گریڈ نمبر۶	۱۲۸۷۵ / ۱۸۲۵ - ۲۴۰۰۰ / ۲۹۵۰ - ۳۸۷۵۰ / ۵۰۰۰ - ۶۳۷۵۰ / ۸۰۰۰ - ۱۰۳۷۵۰	۲۰ سال	(۱) حافظ قاری بروایتِ حفص سند یافتہ، برائے درجہ حفظ وشعبہ قرأت وتجوید، ۵ سال تجربہ کار، (ممتاز کارکردگی کے حامل)۔ (۲) صرف قاری بروایتِ سبعہ سند یافتہ، ۵ سالہ تجربہ کار، (ممتاز کارکردگی کے حامل)۔ (۳) اساتذۂ کرام مرحلہ ثانویہ عامہ، (درسِ نظامی) ۵ سالہ تجربہ کار۔ (۴) اساتذۂ کرام مرحلہ ثانویہ خاصہ، (درسِ نظامی) غیر تجربہ کار۔ (۵) معین مفتی، فاضلِ درسِ نظامی جو متخصص بھی ہو، ۵ سالہ تجربہ کار۔ (۶) قیم دار الطلبہ، جو فاضلِ درسِ نظامی یا تربیتِ طلبہ کا ۵ سالہ تجربہ کار ہو، (شرط یہ ہے کہ اسے ادارہ کے کسی اور شعبے سے تنخواہ نہ ملتی ہو)۔ (۷) ماہر طباخ، جو ہر قسم کا کھانا عمدہ پکا سکتا ہو۔
			[۱] ہر گریڈ میں "تجربہ" سے اسی کام کا تجربہ مراد ہے جس کیلئے گریڈ مقرر کیا گیا ہے اور ضابطے میں "تجربہ" اور "استعداد" وہی شمار ہوگی جو حسنِ کارکردگی اور قابلِ اطمینان دیانت داری کے ساتھ ہو۔

گریڈ نمبر	اسکیل	مدت گریڈ	تفصیلات علمی اور فنی استعداد، تجربہ[1] منصب، کام کی نوعیت اور متعلقہ امور
گریڈ نمبر ۷	۱۲۸۷۵ / ۲۰۷۵ - ۲۷۲۵۰ / ۳۳۵۰ - ۴۴۰۰۰ / ۵۵۰۰ - ۷۱۵۰۰ / ۹۰۰۰ - ۱۱۶۵۰۰	۲۰ سال	(۱) حافظ قاری بروایتِ سبعہ سند یافتہ، برائے درجہ حفظ و شعبہ قرأت و تجوید (غیر تجربہ کار)، ممتاز کارکردگی کے حامل۔ (۲) اساتذۂ کرام مرحلہ ثانویہ خاصہ (درسِ نظامی) ۵ سالہ تجربہ کار۔ (۳) اساتذۂ کرام مرحلہ عالیہ (درسِ نظامی) غیر تجربہ کار۔ (۴) ناظمِ شعبہ، تعلیم یافتہ حسبِ ضرورت شعبہ متعلقہ (غیر تجربہ کار)۔ (۵) رفیقِ دارالتصنیف، فاضلِ تخصص (غیر تجربہ کار)۔ (۶) نائب امینِ مکتبہ، تربیت یافتہ (۳ سالہ تجربہ کار)۔ (۷) نائب محاسب، بی.کام (۳ سالہ تجربہ کار)۔ (۸) نائب ناظمِ تعمیرات، تعلیم یافتہ وتربیت یافتہ حسبِ ضرورت شعبہ (۳ سالہ تجربہ کار)۔ (۹) معین مفتی، فاضلِ تخصص فی الافتاء، ۵ سالہ تجربہ کار، (بشرطیکہ فقہ میں کنز الدقائق اور اصول فقہ میں نور الانوار پڑھا چکے ہوں)۔
			[1] ہر گریڈ میں ''تجربہ'' سے اسی کام کا تجربہ مراد ہے جس کیلئے گریڈ مقرر کیا گیا ہے اور ضابطے میں ''تجربہ'' اور ''استعداد'' وہی شمار ہوگی جو حسنِ کارکردگی اور قابلِ اطمینان دیانت داری کے ساتھ ہو۔

گریڈ نمبر	اسکیل	مدت گریڈ	تفصیلات علمی اور فنی استعداد، تجربہ[۱] منصب، کام کی نوعیت اور متعلقہ امور
گریڈ نمبر ۸	۱۸۵۰۰ / ۲۲۷۵ - ۲۹۸۷۵ / ۳۴۵۰ - ۴۷۱۲۵ / ۶۰۰۰ - ۷۷۱۲۵ / ۱۰۰۰۰ / ۱۲۷۱۲۵	۲۰ سال	(۱) حافظ قاری بروایتِ سبعہ درجہ حفظ وشعبہ قرأت وتجوید (۵ سالہ تجربہ کار) ممتاز کارکردگی کے حامل۔ (۲) اساتذۂ کرام مرحلہ عالیہ (درسِ نظامی) ۵ سالہ تجربہ کار۔ (۳) اساتذۂ کرام درجہ "موقوف علیہ" غیر تجربہ کار۔ (۴) ناظمین شعبہ جات، تعلیم وتربیت یافتہ حسبِ ضرورت شعبہ متعلقہ (۵ سالہ تجربہ کار)۔ (۵) رفیقِ دار التصنیف، فاضلِ تخصص (۵ سالہ تجربہ کار)۔ (۶) امین المکتبہ تعلیم وتربیت یافتہ حسبِ ضرورت شعبہ (۵ سالہ تجربہ کار)۔ (۷) محاسب، بی.کام (۵ سالہ تجربہ کار)۔ (۸) معین مفتی، فاضل تخصص فی الافتاء، ۵ سالہ تجربہ کار، (بشرطیکہ فقہ میں شرح الوقایہ اور اصول فقہ میں نور الانوار پڑھا چکے ہوں)۔ (۹) معاون خصوصی برائے رئیس الجامعہ، جومکتب رئیس الجامعہ کے ناظم بھی ہوں، ان کو خصوصی استعداد، تجربے، ممتاز حسنِ کارکردگی اور تقویٰ واخلاص کی صورت میں ۵ سالہ تجربے کے بعد گریڈ نمبر ۹ بھی دیا جاسکتا ہے۔
			[۱] ہر گریڈ میں "تجربہ" سے اسی کام کا تجربہ مراد ہے جس کیلئے گریڈ مقرر کیا گیا ہے اور ضابطے میں "تجربہ" اور "استعداد" وہی شمار ہوگی جو حسنِ کارکردگی اور قابلِ اطمینان دیانت داری کے ساتھ ہو۔

گریڈ نمبر	اسکیل	مدت گریڈ	تفصیلات علمی اور فنی استعداد، تجربہ[ا] منصب، کام کی نوعیت اور متعلقہ امور
گریڈ نمبر ۹	۲۰۳۷۵ / ۲۵۰۰ - ۳۳۸۷۵ / ۴۳۲۰ - ۵۴۴۷۵ / ۷۰۰۰ - ۸۹۴۷۵ / ۱۱۰۰۰ - ۱۴۴۴۷۵	۲۰ سال	(۱) اساتذۂ کرام درجہ ''موقوف علیہ'' ۵ سالہ تجربہ کار۔ (۲) اساتذۂ کرام درجہ ''علیا (ب)'' یعنی دورۂ حدیث میں ''اصولِ اربعہ'' کے علاوہ دیگر کتب رکتاب پڑھاتے ہوں۔ (غیر تجربہ کار) (۳) معین مفتی، فاضل تخصص فی الافتاء، ۵ سالہ تجربہ کار، (بشرطیکہ فقہ میں ''ہدایہ اوّلین'' اور اصولِ فقہ میں حسامی پڑھا چکے ہوں)۔ (۴) ناظمِ تعلیمات، ہمہ وقتی، جو کسی اور شعبے سے تنخواہ نہ لیتے ہوں۔ (۵) محاسب ایم.کام (۵ سالہ تجربہ کار)۔ (۶) ناظم شعبہ جات (۷) نائب ناظمِ ادارہ
			[ا] ہر گریڈ میں ''تجربہ'' سے اسی کام کا تجربہ مراد ہے جس کیلئے گریڈ مقرر کیا گیا ہے اور ضابطے میں ''تجربہ'' اور ''استعداد'' وہی شمار ہوگی جو حسنِ کارکردگی اور قابلِ اطمینان دیانت داری کے ساتھ ہو۔

گریڈ نمبر	اسکیل	مدت گریڈ	تفصیلات علمی اور فنی استعداد، تجربہ[1]، منصب، کام کی نوعیت اور متعلقہ امور
گریڈ نمبر ۱۰	۲۲۱۲۵ / ۲۷۲۵ - ۳۵۷۵۰ / ۴۷۰۰ - ۵۹۲۵۰ / ۷۵۰۰ - ۹۶۷۵۰ / ۱۲۰۰۰ - ۱۵۶۷۵۰	۲۰ سال	(۱) اساتذۂ کرام درجہ ''علیا (ب)''، ۵ سالہ تجربہ کار، بشرطیکہ ان کی کوئی علمی کتاب یا تحقیقی مقالہ شائع ہوا ہو۔ (جن حضرات کا تجربہ دس سالہ ہو، ان کو خصوصی افادیت اور ادارہ کی ضرورت و مصلحت کے پیشِ نظر صدرِ ادارہ جب تک مناسب سمجھیں ان کو اس شرط سے مستثنٰی کر سکتے ہیں)۔ (۲) اساتذۂ کرام درجہ ''علیا الف''، غیر تجربہ کار، بشرطیکہ ان کی کوئی علمی کتاب یا تحقیقی مقالہ شائع ہوا ہو۔ (جن حضرات کا تجربہ درجہ ''موقوف علیہ'' اور درجہ ''علیا (ب)'' میں مجموعی طور پر دس سال ہو چکا ہو، اور مشکوٰۃ و جلالین بھی مکمل پڑھا چکے ہوں، ان کی خصوصی افادیت اور ادارہ کی ضرورت و مصلحت کے پیشِ نظر صدرِ ادارہ ان کو اس شرط سے جب تک مناسب سمجھیں مستثنٰی کر سکتے ہیں)۔ (۳) نائب مفتی۔ (۴) نائب صدر۔ (۵) ناظم ادارہ برائے علمی، تعلیمی و تحقیقی امور۔ (۶) ناظم ادارہ برائے انتظامی امور (۷) معاون صدرِ ادارہ (۸) معاون مدیرِ اعلیٰ دار التصنیف و ماہنامہ مجلّہ (معیاری) مثلاً ماہنامہ البلاغ، ماہنامہ بینات، ماہنامہ الحق، ماہنامہ الخیر (۹) محاسبِ اعلیٰ، چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ یہ گریڈ ان ہمہ وقتی اساتذہ وعہدے داران کیلئے ہے جو ادارہ کے کسی اور شعبے سے تنخواہ نہ لیتے ہوں۔
			[1] ہر گریڈ میں ''تجربہ'' سے اسی کام کا تجربہ مراد ہے جس کیلئے گریڈ مقرر کیا گیا ہے اور ضابطے میں ''تجربہ'' اور ''استعداد'' وہی شمار ہوگی جو حسنِ کارکردگی اور قابلِ اطمینان دیانت داری کے ساتھ ہو۔

گریڈ نمبر	اسکیل	مدت گریڈ	تفصیلات علمی اور فنی استعداد، تجربہ[1] منصب، کام کی نوعیت اور متعلقہ امور
گریڈ نمبر۱۱	۲۴۰۰۰ / ۲۹۵۰ - ۳۸۷۵۰ / ۵۱۰۰ - ۶۴۲۵۰ / ۷۹۰۰ - ۱۰۳۷۵۰ / ۱۳۰۰۰ - ۱۶۸۷۵۰	۲۰ سال	(۱) اساتذۂ کرام درجۂ "علیا (الف)" ۵ سالہ تجربہ کار، بشرطیکہ ان کی کم از کم دو علمی کتابیں یا تحقیقی مقالے شائع ہوئے ہوں۔ (جن حضرات کا تجربہ دس سالہ ہو، ان کی صرف ایک علمی کتاب یا تحقیقی مقالے کی اشاعت کافی ہوگی، اور جن حضرات کا تجربہ ۱۵ سالہ ہو، ان کی خصوصی افادیت اور ادارہ کی ضرورت و مصلحت کے پیشِ نظر صدرِ ادارہ ان کو اس شرط سے جب تک مناسب سمجھیں بالکلیہ مستثنیٰ کرسکتے ہیں)۔ (۲) رئیس الجامعہ (صدرِ ادارہ) (۳) مفتی الجامعہ۔ (۴) مدیرِ اعلیٰ دار التصنیف و ماہنامہ ادارہ۔ نوٹ: یہ گریڈ ان ہمہ وقتی اساتذہ وعہدے داران کیلئے ہے جو ادارہ کے کسی اور شعبے سے تنخواہ نہ لیتے ہوں۔
			[1] ہر گریڈ میں "تجربہ" سے اسی کام کا تجربہ مراد ہے جس کیلئے گریڈ مقرر کیا گیا ہے اور ضابطے میں "تجربہ" اور "استعداد" وہی شمار ہوگی جو حسنِ کارکردگی اور قابلِ اطمینان دیانت داری کے ساتھ ہو۔

گریڈوں اور اسکیل سے متعلق مذکورہ بالا گوشوارہ بطور مثال پیش کیا گیا ہے، اس میں حسبِ حالات اور ضرورت و مصلحت کے تحت اس فن کے ماہرین کی مدد سے تبدیلیاں کرائی جاسکتی ہیں۔

اساتذۂ کرام کی تنخواہوں کی نسبت سے چند باتیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔

(۱) ملک میں حکومت کی جانب سے کم از کم تنخواہوں کی جو حد مقرر ہو اساتذۂ کرام کی تنخواہ اس سے کم نہ ہونی چاہئے۔

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان "انزلوا الناس منازلھم"[۱] کو بھی ملحوظ رکھا جانا چاہئے۔

(۲) مدرسہ اور ادارے کے جو دستیاب وسائل ہوں ان کو استعمال کر کے حتیٰ الامکان فراخی اور وسعت کی کوشش کی جائے، بعض اداروں کی نسبت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسباب و وسائل مہیا ہونے کے باوجود اساتذہ کی تنخواہوں کی نسبت سے بخل سے کام لیا جاتا ہے اس سلسلہ میں حوصلہ کرنے کی ضرورت ہے۔

جامعہ دار العلوم کراچی کے رئیس مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دام اقبالہم فرماتے ہیں جب بھی ہم نے اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافہ کیا اس کی خاص برکات نظر آئیں اور منجانب اللہ پہلے سے زیادہ وسعت پیدا ہوئی۔

اساتذہ کی تنخواہوں میں ادارہ کی بساط کے مطابق وسعت پیدا کرنے کی تعلیمی اہمیت بھی ہے، اس لئے کہ جب استاذ اپنی روزمرہ زندگی میں معاشی وسعت پائے گا تو تعلیمی خدمات انجام دینے میں یکسوئی پیدا ہوگی اور کیفیت کے اعتبار سے اس کی کارکردگی میں اضافہ ہوگا، اس کے مقابلے میں جو استاذ معاشی طور پر دباؤ میں ہوگا تو اسے اطمینان اور یکسوئی حاصل نہ ہوگی اور وہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے ہاتھ پیر مارے گا، کہیں ٹیوشن پڑھائیگا، کہیں مؤذن بنے گا، کہیں امامت کی سعی کریگا اور ان کاموں کیلئے مختلف اوقات میں مسافت طے کریگا نتیجۃً پورے اطمینان و انشراح کے ساتھ تعلیمی خدمات انجام نہ دے سکے گا اور یہ بہت بڑا نقصان ہے۔

(۳) اساتذہ کی تنخواہوں میں سالانہ کم از کم دس فیصد اضافہ مناسب ہے البتہ یہ اضافہ متعلقہ نگران اور ناظمِ تعلیمات کی سالانہ تسلی بخش رپورٹ کی روشنی میں محترم مہتمم صاحب کے فیصلہ کے تحت ہونا چاہئے۔

(۴) تنخواہیں بروقت یعنی مہینہ کے شروع میں دیئے جانے کی پوری کوشش کی جائے اور ایسی صورتوں سے بچا جائے کہ اساتذہ کی ایک ماہ یا زائد مہینوں کی تنخواہیں ادارے کے ذمہ میں دین ہوجائیں اس لئے کہ اس جیسی صورتحال سے تعلیمی ادارے کی ساکھ بھی متاثر ہوتی ہے اور اساتذہ کو بھی ناقابلِ برداشت تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے اور ہر اعتبار سے مدد فرمائے۔

---

[۱] مشکوۃ المصابیح: (ج۲ ص ۲۱۶) طبع دار الکتب العلمیة

ڈاکٹر محمد حسان اشرف عثمانی

آپ کا سوال

قارئین صرف ایسے سوالات ارسال فرمائیں جو عام دلچسپی رکھتے ہوں اور جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہو، مشہور اور اختلافی مسائل سے گریز فرمائیں.................. (ادارہ)

سوال : اگر وزٹ ویزے پر جدہ میں ملازم، مقیم بیٹے سے ملنے کے لئے جاتے ہیں تو حالت احرام اور عمرے کی نیت کراچی سے جاتے وقت کریں گے یا کہ عام لباس مثلاً شلوار قمیص میں جدہ پہنچ کر پھر جدہ سے مکہ آتے وقت نیت کریں گے؟

جواب : اگر آپ کا اصل مقصد جدہ میں مقیم بیٹے سے ملاقات کرنا اور اس کے پاس ٹھہرنا ہے لیکن ساتھ ساتھ یہ نیت بھی ہے کہ ملاقات سے فارغ ہوکر عمرہ بھی کرلوں گا تو اس صورت میں کراچی سے احرام باندھنا ضروری نہیں ہے۔ جب عمرہ کا ارادہ ہوتو جدّہ ہی سے احرام باندھ سکتے ہیں۔(المبسوط، باب المواقیت،۴: ۱۴۸، ردالمحتار،۲:۴۷۴)

سوال : ٹیلی ویژن پر قرآن کریم کی تلاوت نشر کرنا اور سننا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز اس نشر اور سماعت پر ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

جواب : اس صورت میں قرآن پاک کی تلاوت نشر کرنا جائز ہے بشرطیکہ تلاوت کے شروع یا آخر میں یا تلاوت کے درمیان میوزک یا خلافِ شرع کمرشل (غیر شرعی ویڈیوز) نہ چلائے جائیں اور اس تلاوت کا اعلان کوئی مرد نشر کرے، بے پردہ خاتون نہ کرے۔

اسی طرح ٹی وی پر تلاوت سننا جائز ہے۔ تاہم واضح رہے کہ ٹیلی ویژن عام طور پر بداخلاقی، بے حیائی، فحاشی اور دیگر ناجائز کاموں میں استعمال کا ذریعہ ہے، اس لئے ٹی وی گھر پر رکھنا جائز نہیں۔

(۲) اگر غیر شرعی امور سے بچتے ہوئے قرآن کریم کی تلاوت نشر کی جائے، تو اس کا نشر کرنا اور سننا دونوں باعثِ اجر وثواب ہیں۔

☆☆☆

مولانا محمد راحت علی ہاشمی

جامعہ دار العلوم کراچی کے شب وروز

جلسۂ تقسیم انعامات

جامعہ دار العلوم کراچی کے شعبہ حفظ وناظرہ اور درس نظامی وتخصصات کے سہ ماہی امتحانات بابت ۱۴۳۹ھ میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات دینے کے لئے ایک جلسہ رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی صدارت میں جامع مسجد دار العلوم کراچی میں بروز جمعرات ۱۸ر ربیع الاول ۱۴۳۹ھ کو منعقد کیا گیا۔

شعبہ دار القرآن کے قابل انعام طلبہ کو حضرت مولانا افتخار احمد صاحب حفظہ اللہ نے انعامات مرحمت فرمائے اور درجات تخصص ودرس نظامی کے قابل انعام طلبہ میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہم اور حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ صاحب مدظلہم نے انعامات تقسیم فرمائے جبکہ پورے جامعہ کی سطح پر پوزیشن لینے والے اور پہلی بار پوزیشن لینے والے طلبہ کو خصوصی انعام رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے اپنی دعاؤں کے ساتھ عنایت فرمایا اور اس موقع پر انعام یافتگان تمام طلبہ کو مبارک باد دی اور جن طلبہ نے انعام حاصل نہیں کیا انہیں مزید محنت کر کے انعام حاصل کرنے کی ترغیب دی، آپ کی دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا ، مدرسۃ البنات میں بھی اسی دن نمایاں کامیابی حاصل کرنے والی طالبات میں تقسیم انعامات کا جلسہ منعقد کیا گیا۔

حسب سابق تقسیم انعامات کے انتظامات حضرت مولانا رشید اشرف صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ، کی نگرانی میں انجام پائے ، تیاری انعامات کا کام مولانا محمد یونس قاسمی صاحب، حفظہ اللہ، کی نگرانی میں انجام پایا اور طلبہ کو جلسہ میں جمع کرنے اور انہیں منظم رکھنے میں حضرت مولانا محمد اسحٰق صاحب مدظلہم، ناظمین دار الاقامہ، نیز دار القرآن کے نگراں قاری عبدالرحمٰن انصاری صاحب حفظہ اللہ، اور دیگر اساتذۂ کرام نے تعاون فرمایا، الحمدللہ تمام حضرات کی توجہات اور تعاون سے جلسہ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔

جامعہ کی شاخ بیت المکرّم میں جلسہ انعامات گذشتہ جمعرات کو منعقد کیا گیا تھا جس کی صدارت حضرت مولانا

عزیزالرحمٰن صاحب مدظلہم نے فرمائی اور اپنے دست مبارک سے انعام یافتگان طلبہ کو انعامات مرحمت فرمائے۔

اللہ تعالیٰ دینی تعلیم کے لئے جمع ہونے والے طلبہ وطالبات کے لئے اس سرگرمی کو نافع بنائیں اور تمام طلبہ وطالبات کے تعلیمی ذوق وشوق میں اضافہ کا ذریعہ بنائیں۔ آمین۔

تقریبِ تشکّر

۱۶ ربیع الاول ۱۴۳۹ھ شب چہار شنبہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے زیر اہتمام، جامعہ کے شعبہ "موسوعۃ الحدیث" کے تحت احادیث مبارکہ کے جامع انسائیکلوپیڈیا تیار کرنے کا جو کام تقریباً پندرہ سال سے جاری ہے، الحمدللہ اس کی جلد اول کی اشاعت ہوگئی ہے، اسی سلسلہ میں ایک تقریبِ تشکر جامعہ دارالعلوم کراچی میں حضرت رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم کی صدارت میں شب بدھ کو منعقد ہوئی جس میں نائب رئیس الجامعہ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اس عظیم الشان تاریخی کام کے آغاز، ترتیب اور افادیت پر روشنی ڈالی اور اس کام میں شریک علماء کرام کی خدمات کا تعارف کرایا، بعد ازاں شعبہ کے نگران حضرت مولانا نعیم اشرف صاحب، حفظہ اللہ تعالیٰ، نے اس کام کے منہج اور اس کی تفصیلات سے سامعین کو آگاہ فرمایا۔

اخیر میں حضرت رئیس الجامعہ مدظلہم نے کلمات تشکر ادا فرمائے اور حضرت مولانا نعیم اشرف صاحب اور ان کے دس معاون علماء کے لئے نقد انعامات کا اعلان فرمایا اور حضرت مدظلہم کی دعا پر یہ پروقار مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

اس تقریب کے بیانات شامل اشاعت ہیں، اللہ تعالیٰ حدیث شریف کی اس عظیم الشان خدمت کو قبول فرمائیں اور تمام معاونین ونگراں حضرات کے لئے صدقۂ جاریہ بنائیں، آمین اور امت مسلمہ کے لئے اس کو بیش از بیش نافع بنائیں۔ آمین۔

حضرت رئیس الجامعہ، دامت برکاتہم، کا سفر ابوظہبی

ابوظہبی میں مسلمانوں کی ایک تنظیم "منتدی تعزیز السلم فی المجتمعات المسلمة" کے نام سے کام کررہی ہے، اس کے رئیس عبداللہ بن بیّہ ہیں، مسلم سوسائٹی میں امن کا فروغ اس تنظیم کا مقصد ہے، الشیخ عبداللہ بن زید آل نهیان، حفظہ اللہ، کی عنایت سے اس تنظیم نے "السلم العالمی والخوف من الاسلام" (عالمی امن اور اسلام سے خوف) کے عنوان سے ایک کانفرنس (۱۱ تا ۱۳ دسمبر ۲۰۱۷ء کو) ابوظہبی میں منعقد کی۔

جناب عبداللہ بن بیّہ کی دعوت پر رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب،

دامت برکاتہم، اس کانفرنس میں شرکت کے لئے ۲۰ر ربیع الاول ۱۴۳۹ھ (۹ر دسمبر ۲۰۱۷ء) ہفتہ کے روز ابوظہبی تشریف لے گئے، جہاں آپ نے اس کانفرنس میں شرکت فرمائی اور "الجهاد والحروب العادلة" کے عنوان سے حاضرین کے سامنے باقاعدہ مقالہ پڑھا، سامعین میں مسلمانوں کے علاوہ عیسائی اور دیگر غیر مسلم مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد بھی شریک تھے۔ حضرت والا مدظلہم نے اپنے عربی مقالے میں اسلام میں جہاد کے تصور کی تشریح فرمائی اور دہشتگردی اور جہاد کے مابین فرق کی وضاحت فرمائی اور بتایا کہ اسلام کا دہشتگردی سے کوئی تعلق نہیں ہے، البتہ اسلام میں جہاد کا حکم ہے جس کی اپنی شرائط اور تقاضے ہیں جن پر عمل کرنے سے دہشتگردی ختم ہوتی ہے اور اللہ کا کلمہ بلند ہوتا ہے، حضرت والا مدظلہم کے اس مقالے سے غیر مسلم برادری کو اہم معلومات حاصل ہوئیں اور انہوں نے مذکورہ موضوع پر اطمینان محسوس کیا۔

حضرت والا کے علاوہ اور بھی متعدد علماء کرام نے اپنے اپنے مقالہ جات پیش فرمائے، جن سے حاضرین کو اسلام کے تصور جہاد کے حقیقی مفہوم سے واقفیت حاصل ہوئی، استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی حضرت مولانا ڈاکٹر محمد زبیر عثمانی حفظہ اللہ، بھی اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔

کانفرنس کی مصروفیت سے فارغ ہوکر حضرت والا دامت برکاتہم ۲۶ر ربیع الاول ۱۴۳۹ھ (۱۵ر دسمبر ۲۰۱۷ء) جمعہ کے روز الحمدللہ بخیر وعافیت واپس کراچی تشریف لے آئے۔

دعائے صحت

جامعہ دارالعلوم کراچی کے کئی اساتذہ، ان کے اہل خانہ، کارکنان اور طلبہ علالت میں مبتلا ہیں، ان سب کے لئے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

بالخصوص کارکن جامعہ جناب عبدالمالک صاحب (ڈرائیور) بعارضہ سرطان زیر علاج ہیں، ان کے لئے خصوصی دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام بیماروں کو شفاء کامل عاجل سے نوازیں۔ آمین۔

دعائے مغفرت

جامعہ دارالعلوم کراچی کی جامع مسجد میں رضا کارانہ خدمت انجام دینے والے ایک مخلص بزرگ عبدالمستفیض صاحب انتقال فرماگئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں، درجات عالیہ سے نوازیں، ان کے پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائیں۔ آمین۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

نقد وتبصرہ

تبصرے کے لیے ہر کتاب کے دو نسخے ارسال فرمایئے

تبصرہ نگار کا مؤلف کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب .... حکایتِ مہر ووفا

نام مؤلف .... مولانا مفتی عبدالرؤف غزنوی صاحب

ضخامت .... ۲۵۴ صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... مکتبہ غزنوی، سلام کتب مارکیٹ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف غزنوی مدظلہم دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں، دورۂ حدیث کے بعد وہاں تدریس اور خطابت وامامت کے فرائض بھی انجام دیتے رہے ہیں، پاکستان آمد کے بعد سے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں استاذ الحدیث اور کراچی کی اہم اور مشہور جامع مسجد، طوبیٰ (گول مسجد) کے خطیب ہیں۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند کے ساتھ ساتھ جامعۃ الملک سعود ریاض میں بھی دو سال تعلیم حاصل کی ہے، اور وہاں کے مشائخ سے استفادہ کیا ہے۔ کراچی میں تدریس کا آغاز کرنے کے بعد بھی ایک دفعہ آپ نے اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند کا سفر کیا ہے۔

آپ نے اپنے مذکورہ دونوں سفروں کی مکمل روئداد خاصی تفصیل کے ساتھ تحریر فرمائی ہے جو پہلے ماہنامہ بینات کراچی میں قسط وار چھپی اور اب کتابی شکل میں ہمارے ہاتھوں میں ہے، حرمین شریفین کی حاضری کے حالات کا عنوان "مجاز مقدس کی والہانہ حاضری" ہے جبکہ دارالعلوم دیوبند کے سفر کے تأثرات "دارالعلوم دیوبند کا نیاز مندانہ" کے نام سے قلمبند فرمائے ہیں۔

یہ دونوں سفرنامے بہت اہمیت کے حامل ہیں، ان میں دونوں مقامات کے عظیم اساتذۂ کرام کا تذکرہ بھی بہت اچھے انداز میں ہے، نیز وہاں کے قابلِ رشک ماحول کا بھی دلکش انداز میں نقشہ کھینچا گیا ہے۔ انداز تحریر بھی ایسا ہے جس میں اپنے اساتذۂ کرام کا ادب واحترام اور ان کے ساتھ عقیدت ومحبت کا خوب لحاظ رکھا گیا ہے، آج کل کے طلبہ کو اس کی بھرپور تقلید کرنی چاہئے، مطالعے کے دوران اور بھی بہت سی قابل قدر علمی وتحقیقی باتوں کا پتہ چلتا ہے، طباعت وتصحیح کا معیار بھی لائق تحسین ہے۔

مولائے کریم حضرت مولانا موصوف کو اس مبارک سعی پر جزائے خیر عطا فرمائے اور اہل علم کے

ساتھ ساتھ عام قارئین کو بھی اس کے مطالعے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ (ابومعاذ)

نام کتاب .... المنطق الاساسی للطالب الناشئی

نام مؤلف .... مولانا بشیر احمد صاحب

ضخامت .... ۱۱۲ صفحات، عمدہ طباعت۔ قیمت: درج نہیں

ناشر .... مکتبہ دینیات کراچی

ملنے کا پتہ .... مکتبہ غزنوی، سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ:

> " فلسفہ اور عقلیات کی حقیقت اور اس کے "پائے چوبیں" کی ناپائیداری حضرت والد صاحبؒ پر روز روشن کی طرح واضح تھی، لیکن جب کبھی آپ کے سامنے یہ تجویز پیش ہوتی کہ معقولات کو درس نظامی سے نکال دیا جائے، تو حضرت والد صاحبؒ اس کی سخت مخالفت فرماتے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ اور عقائد پر لکھی ہوئی متقدمین کی کتابیں معقولات کی اصطلاحوں سے بھری ہوئی ہیں، اور اگر قدیم منطق وفلسفہ کو بالکل دیس نکالا دے دیا جائے تو اسلاف کی ان کتابوں سے خاطر خواہ استفادے کی راہ مسدود ہو جاتی ہے جو ہمارا گرانقدر علمی سرمایہ ہیں، اس کے علاوہ منطق وفلسفہ کی تعلیم سے ذہن وفکر کو جلا ملتی ہے اور ذہن مسائل کو مرتب طریقے سے سوچنے کا عادی بن جاتا ہے، اسی طرح یہ علوم تفسیر، حدیث، فقہ اور اصول فقہ کے مسائل کو سمجھنے میں معاون ہوتے ہیں۔
>
> حضرت والد صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ان علوم کی اصل حقیقت کو ذہن نشین کر کے کوئی شخص اس نیت سے ان علوم کو پڑھے پڑھائے کہ ان سے دینی علوم کی تحصیل میں مدد ملے گی تو ان علوم کی تحصیل بھی عبادت بن جائے گی اور درس نظامی کے مرتبین نے اسی وجہ سے ان کو داخل درس کیا تھا۔ اور حضرت شیخ الہندؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر نیت بخیر ہو تو ہمارے نزدیک بخاری پڑھانے والے اور قطبی پڑھانے والے میں کوئی فرق نہیں دونوں اپنی اپنی جگہ خدمت انجام دے رہے ہیں اور دونوں کی خدمت موجب اجر وثواب ہے"۔ (البلاغ مفتی اعظم نمبر، قدیم طباعت، ص: ۳۹۰)"

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور صاحب ترمذی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کا ترجمہ اور آپ کی تفسیر "بیان القرآن" فہم مطالب قرآن کے لئے کافی اور شکوک وشبہات کے ازالہ کے لئے وافی ہے، زمانۂ حال کی تفسیروں میں اس کو امتیازی اور خصوصی مقام حاصل ہے، اس کا حکیمانہ اسلوب بیان اور محققانہ طرز استدلال انوکھا اور نرالا ہے، اس لئے عوام سے زیادہ یہ تفسیر علماء کرام اور طلباء علوم عربیہ کے لئے کارآمد اور مفید ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ علوم متداولہ آلیہ اور معقولات کی اصطلاحات سے واقفیت کے بغیر اس سے پوری طرح استفادہ نہیں کیا جاسکتا، علوم آلیہ معقول میں مہارت کے بعد ہی اس تفسیر کے مطالب سے کما حقہ استفادہ ہوسکتا ہے" (ماہنامہ الحقانیہ، ساہیوال، شعبان، رمضان ۱۴۳۵ھ کا مشترکہ شمارہ، ص:۵۰)

درس نظامی میں شامل علوم عالیہ کی تقریباً تمام کتابیں ایسی ہیں کہ علوم آلیہ (صرف، نحو، منطق، بلاغت، ادب عربی، فلسفہ) کے بغیر انہیں پوری طرح سمجھا نہیں جاسکتا اور نہ ہی انہیں صحیح طرح دوسروں کو سمجھایا جاسکتا ہے، اس لئے یہ ایک حقیقت ہے کہ جس طرح صرف ونحو، بلاغت وغیرہ کا بغور مطالعہ اور ان کی اچھی واقفیت ایک عالم کے لئے بہت ضروری ہے اسی طرح منطق کی ابتدائی کتابوں کو بھی محنت وعرقریزی کے ساتھ پڑھنا بہت اہم ہے۔ اردو میں تیسیر المنطق اور توضیح المنطق، عربی میں ایساغوجی، مرقات اور شرح تہذیب اس موضوع پر بہترین کتابیں ہیں جنہیں اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لینے سے منطق کی اچھی خاصی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔

زیر نظر کتاب بھی اسی موضوع کی کتابوں میں ایک عمدہ اضافہ ہے جو جامعہ دارالعلوم کراچی کے استاذ جناب مولانا بشیر احمد صاحب کی تالیف ہے۔ موصوف نے یہ کتاب عربی میں لکھی ہے جو موضوع سے متعلق تمام بنیادی باتوں کو جامع ہے۔ تحریر کا اسلوب صاف اور تعبیر واضح ہے۔ ہر ہر درس کی اصطلاحات کو منضبط انداز میں درج کرنے کے بعد تمارین کے لئے مثالیں قرآن کریم، احادیث اور عرف عام سے پیش کی گئی ہیں جن کو حل کرنے سے کتاب وسنت سے بھی مناسبت پیدا ہوتی ہے نیز ایسی باتیں بھی سامنے آتی ہیں جن کا ہماری روزمرہ زندگی سے تعلق ہے۔

یہ کتاب اس لائق ہے کہ عربی مدارس کے طلبہ اس سے استفادہ کریں، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی نصاب کمیٹی بھی اگر اس کو مناسب جگہ شامل کرنے پر غور کرے تو ان شاء اللہ یہ کتاب مفید ثابت ہوگی۔　(ابومعاذ)